بسم اللہ الرحمن الرحیم

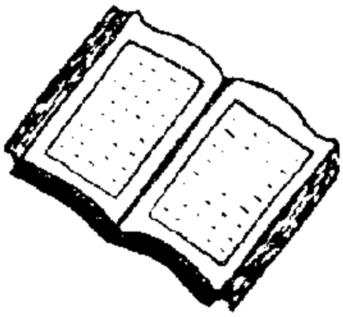

جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

فون ۶۹۲

الفرقان

خصوصی

"مذاہبِ عالم پر نظر"

مئی ۱۹۷۶ء

سالانہ اشتراک

پاکستان	— دس روپے
بیرونی ممالک ہوائی ڈاک	— اسی روپے
بیرونی ممالک بحری ڈاک	— چالیس روپے
قیمت پرچہ ھذا	— ایک روپیہ

مدیر مسئول
ابو العطاء جالندھری

THE PROMISED MESSIAH

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفرقان
ماہنامہ — ربوہ

ٹیلیفون: ۶۹۲

جلد ۲۶ ● شمارہ ۵

ہجرت ۱۳۵۵ ہجری شمسی

مئی ۱۹۷۶ء

جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ ہجری قمری

مدیر مسئول

ابوالعطاء جالندھری

اعزازی ارکان

• صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب، ربوہ
• مولانا دوست محمد صاحب شاہد، ربوہ
• خاں بشیر احمد خان صاحب رفیق لندن
• مولوی عطاء المجیب صاحب راشد ایم اے جاپان

دوسرا سالانہ نعتیہ مشاعرہ اکتوبر میں ہوگا
شاعر حضرات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں نئے
قصیدے مرتب فرمائیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ
کی اجازت کے مطابق آئندہ نعتیہ مشاعرہ اکتوبر ۱۹۷۶ء
...

الفہرست

• قرآن مجید کی ایک ایمان افروز مثال — ایڈیٹر
• "اسرائیل میں پاکستانی احمدیوں کے موجود ہونے کی خبر قطعی غلط ہے" — حکومت پاکستان کا اعلان
• تنقیحات — ایڈیٹر
• مکتوب جاپان — محترم مولوی عطاء المجیب صاحب راشد ایم اے
• فضائل القرآن الکریم۔ (عربی نظم) — محترم پروفیسر محمد عثمان الصدیقی صاحب ایم اے
• لویان مذاہب اور اس کا ظہور ثانی — محترم شیخ عبدالقادر صاحب لاہور
• مقام محمد صلی اللہ علیہ وسلم (نظم) — محترم چوہدری شبیر محمد صاحب ایم اے
• "ہے آپ کے وجود سے کونین پر بہار" (نظم) — محترم مولوی محمد صدیق صاحب ایم اے
• آئینۂ تجلی پروردگار (نظم) — جناب عبدالمجید صاحب شوق
• "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" (نظم) — جناب میراللہ بخش صاحب تسنیم
• جناب مدیر طلوع اسلام کے نام مکتوب — جناب ابوبصیر آدم خان صاحب مردان
• اک نظر کوئی ادھر بھی ڈالئے (نظم) — جناب عبدالمنان صاحب ناہید
• ختم نبوت کا انکار اور تبلیغی جماعت — جناب ارشد القادری صاحب
• مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات (قسط ۱) — جناب میجر منظور احمد صاحب ساہیوال
• "ابا جان! امام مہدی کب آئیں گے؟" — کارٹون ازرقشیا لاہور

دو تجویزیں

(۱) الفرقان کی اشاعت مہینہ میں دو بار ہوا کرے (۲) الفرقان ماہانہ ہی رہے مگر حجم میں اضافہ کیا جائے! احباب ان کے بارے میں اپنے مشوروں سے آگاہ فرمائیں۔ (مدیر الفرقان)

• پبلشر: ابوالعطاء جالندھری • پرنٹر: سید عبدالحی • مطبع: ضیاء الاسلام ...
• مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ الفرقان۔ ربوہ

درسِ قرآن مجید

قرآن مجید کی ایک ایمان افروز مثال

اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب قرآن مجید میں انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے دلائل و براہین اور واضح طور پر عظیم پیشگوئیاں اور مستقبل کی خبریں بھی ہیں واقعات و امثال بھی مذکور ہیں۔ واقعات و امثال بھی درحقیقت آئندہ کی پیشگوئیوں کا رنگ رکھتے ہیں۔

سورۃ الکہف میں اللہ تعالیٰ نے دو شخصوں (دو قومیں اور دو گروہ بھی مراد ہو سکتے ہیں) کے حالات، عقائد، اعمال اور طریق زندگی کو مثال کے طور پر ان الفاظ ذکر فرمایا ہے :۔

"وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ
وَحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ○ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ
أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ○ وَّكَانَ
لَهٗ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗ أَنَا أَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّأَعَزُّ
نَفَرًا ○ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ قَالَ مَا أَظُنُّ أَنْ
تَبِيْدَ هٰذِهٖ أَبَدًا ○ وَّمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ إِلٰى
رَبِّيْ لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ○ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗ
أَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ○
لٰكِنَّا هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَا أُشْرِكُ بِرَبِّيْ أَحَدًا ○ وَلَوْلَا إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ
قُلْتَ مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ إِنْ تَرَنِ أَنَا أَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ○
فَعَسٰى رَبِّيْ أَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ
السَّمَاءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ○ أَوْ يُصْبِحَ مَاؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ
تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ○ وَأُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَأَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى
مَا أَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ أُشْرِكْ
بِرَبِّيْ أَحَدًا ○ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا

كَانَ مُنْتَصِرًا ۝ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ۝"

ترجمہ: "اے پیغمبر! تو ان لوگوں کے سامنے ایسے دو شخصوں کا حال بیان کر جن میں ایک کے لئے ہم نے انگوروں کے دو باغ بنائے اور ان کے اردگرد کھجوریں اگائیں اور ان دو باغوں کے درمیان کھیتیاں پیدا کیں۔ سو دونوں باغ خوب پھل دیتے تھے۔ ان میں کسی چیز کی کمی نہ تھی۔ ہم نے باغوں کے بیچوں بیچ نہر جاری کر دی تھی۔ اس شخص کو بہت پھل حاصل ہوتا تھا۔ اس شخص نے اپنے ساتھی سے دو بدو بات کرتے ہوئے کہا کہ میں مال میں تجھ سے زیادہ ہوں اور اپنے افراد خاندان کے لحاظ سے بہت معزز ہوں۔ پھر وہ شخص ظالم ہونے کی حالت میں اپنے باغ میں داخل ہوا۔ اس نے پُرغرور لہجہ میں کہا کہ میرے خیال میں یہ باغ کبھی برباد نہ ہوگا اور میرا گمان ہے کہ ہلاکت کی گھڑی (قیامت) کبھی نہ آئے گی اور اگر بالفرض میں اپنے رب کے پاس لوٹایا گیا تو میں وہاں اس باغ سے بہتر باغ بطور ٹھکانہ حاصل کروں گا۔ اس مغرور شخص کو اس کے (مومن موحد) ساتھی نے کہا جبکہ وہ اس سے گفتگو کر رہا تھا کہ اے شخص! کیا تو اس ذات کا منکر ہو گیا ہے جس نے تجھے مٹی سے اور پھر نطفہ سے پیدا کر کے مکمل انسان بنایا ہے؟ (تم اگر منکر ہو گئے ہو تو یہ تمہارا کام ہے) لیکن میرا رب تو ہر حال میں اللہ ہی ہے اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک قرار نہیں دے سکتا۔ اے میرے ساتھی کاش کہ تو اپنے باغ میں داخل ہونے پر یہ کہتا کہ اللہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اللہ کے بغیر کوئی طاقت نہیں ہے۔ باقی اگر تو مجھے مال و اولاد میں اپنے سے کم تر دیکھتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ میرا پروردگار مجھے تیرے باغ سے بہتر دیدے اور تیرے باغ پر آسمانوں سے عذاب نازل کر دے اور وہ باغ پھسلنے والا میدان ہو کر رہ جائے یا اس کا پانی زیر زمین چلا جائے پھر تو اسے حاصل نہ کر سکے۔

(اس مکالمہ کے بعد) باغ والے کا پھل تباہ کر دیا گیا اور وہ اپنے ان کثیر اخراجات پر جو اس نے باغ میں خرچ کئے تھے کفِ افسوس ملتا رہ گیا۔ باغ اور اس کی چھتیں سب زیر و زبر ہو گئیں۔ اس وقت وہ شخص کہہ رہا تھا کہ کاش! میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہوتا۔ اللہ فرماتا ہے کہ اس وقت اس کا کوئی جتھا اللہ کے مقابلہ میں اس کی مدد نہ کر سکا اور نہ وہ خود مقابلہ کر سکا۔ اس انجام کے وقت ثابت ہو گیا کہ اصل حکومت اور نصرت خدائے برحق کی ہی ہوتی ہے اور یہ انجام ثواب اور بہترین عاقبت کے لحاظ سے بابرکت ہے۔"

قرآن پاک کی اس مثال کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جب صاحب مال و اولاد افراد یا گروہ اپنے اموال، اقتدار اور جتھے پر غرور [illegible]

[illegible]

حکومت پاکستان کا اعلان

"اسرائیل میں پاکستانی احمدیوں کے موجود ہونے کی خبر قطعی غلط ہے"

جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی علماء کی آنکھوں میں خار کی طرح کھٹکتی ہیں وہ مساعی انگلستان میں ہوں یا جاپان میں ہوں، انڈونیشیا میں ہوں یا فلسطین میں ہوں۔ امریکہ میں ہوں یا افریقہ میں ہوں۔ انہیں یہ بات ایک آنکھ نہیں بھاتی کہ احمدی واقفین زندگی مشرق و مغرب میں دین حنیف کی اشاعت کر رہے ہیں۔

یہودیوں کی مسلمانوں سے عداوت پر خود قرآن مجید گواہ ہے یہودیوں کو یہ امر ہرگز گوارا نہیں کہ انہیں ان کے اپنے علاقہ میں اور ان کی زبان میں اسلام کی دعوت دی جائے جیسا کہ احمدی مبلغین کرتے رہتے ہیں وہ ہر رنگ میں احمدی تبلیغ کو بند کرنا چاہتے ہیں۔

پاکستان اسلام کا قلعہ ہے اور احمدیوں کا مرکز بھی پاکستان میں ہے اس لئے یہودی پاکستان کو بدنام کرنے اور احمدیوں کا راستہ روکنے کے لئے آئے دن جھوٹ بولتے رہتے ہیں۔ گزشتہ دنوں ایک یہودی لحمانی یا نوماتی نامی نے لکھا کہ اسرائیلی فوج میں جہاں کُردوں اور دوسری اقلیتوں کو داخل ہونے کی اجازت ہے وہاں پر فلسطین کے احمدی باشندوں کے لئے بھی یہ دروازہ کھلا ہے کیونکہ وہ بھی فلسطین کے لاکھوں مسلمانوں کے درمیان تقریباً چھ صد افراد کی ایک فلسطینی اقلیت ہے۔

یہ یہودی مغالطہ ہمارے مخالف علماء کے لئے بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا ثابت ہوا۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور کے مدیر نے ایک مولوی صاحب کے حوالہ سے شائع کیا کہ :—

"۱۹۷۲ء تک اسرائیلی فوج میں چھ سو پاکستانی قادیانی شامل ہو چکے تھے"

(نوائے وقت ۲۹ ستمبر ۱۹۷۵ء صفحہ ۹)

اس جھوٹی خبر کو ہمارے معاند اخبارات نے خوب خوب اُچھالا۔ مدیر لولاک لکھتے ہیں کہ :—

"اسرائیل کی فوج میں ۱۹۷۲ء میں چھ سو پاکستانی مرزائی موجود تھے۔ یہ انکشاف ملک کے سارے اخبارات میں شائع ہوا۔ ہفت روزہ چٹان، لولاک، اور المنبر نے اس پر زوردار اداریئے تحریر کئے۔"

(لولاک۔ ۷ مئی ۷۵ء)

ہفت روزہ چٹان کے الفاظ خاص توجہ کے قابل ہیں لکھا ہے کہ :—

"یہودی پروفیسر کی کتاب کے حوالہ سے صاف ظاہر ہے کہ اگر ۱۹۷۲ء میں چھ سو قادیانی تھے تو اب ان کی تعداد یقیناً ہزاروں تک پہنچ چکی ہوگی اور یہ اسرائیل کی فوج میں بھرتی ہونے والے لوگ ظاہر ہے پاکستان کی فوج سے نکل کر وہاں گئے ہوں گے۔"

(چٹان - ۱۹ر جنوری ۱۹۷۶ء صفحہ ۱۶)

ہم نے الفرقان کی اشاعت جنوری ۷۶ء میں مدیر نوائے وقت کے بیان کی تردید کرتے ہوئے لکھا تھا کہ:-

"اسرائیلی فوج میں ۷۲ء تک چھ سو پاکستانی احمدیوں کا بھرتی ہونا نہایت بھونڈا جھوٹ ہے مدیر نوائے وقت یہودی پروفیسر کی مدد سے صرف دس ایسے پاکستانی احمدیوں کے نام و پتہ بتائیں اگر وہ ایسا نہ کر سکیں اور ہرگز نہ کر سکیں گے تو سب افتراء پردازوں کو لعنۃ اللہ علی الکاذبین سے ڈرنا چاہیئے۔"
(الفرقان ربوہ جنوری ۷۶ء صفحہ ۱۱)

پھر ہم نے الفرقان ماہ مارچ ۷۶ء کے شمارہ میں یہاں تک مطالبہ کیا تھا کہ:-

"ایک نام اور صرف ایک نام ایسے پاکستانی احمدی کا شائع فرمائیں جس نے اسرائیلی فوج میں شمولیت اختیار کی ہو۔"
(الفرقان مارچ ۷۶ء صفحہ ۵۲)

ان مطالبات کے جواب میں علماء کی طرف سے تو صدائے برنخواستند کا معاملہ رہا لیکن ملک میں اشتعال انگیزی کی فضا پیدا کی جاتی رہی آخر کار اب حکومت پاکستان نے اس بارے میں واضح اعلان کر دیا ہے۔ وفاقی وزیر مولانا کوثر نیازی کا اعلان مدیر لولاک کے الفاظ میں یوں ہے:-

"انھوں نے بعض اخبارات میں شائع ہونے والی اس خبر کی سختی سے تردید کی کہ اسرائیلی فوج میں کچھ پاکستانی احمدی موجود ہیں اور انھیں اسرائیلی حکومت نے فوج میں شامل ہونے کی پیشکش بھی کی ہے مولانا کوثر نیازی نے اسلام آباد میں حکومت پاکستان کی طرف سے اعلان کیا کہ اسرائیل میں پاکستانی احمدیوں کے موجود ہونے کی خبر قطعی غلط ہے۔ انھوں نے کہا کہ پاکستان کے پاسپورٹ پر اسرائیل جایا ہی نہیں جا سکتا اور پاکستان کی حکومت اپنے باشندوں کو ایک ایسے ملک میں جانے کی اجازت کیسے دے سکتی ہے جس کی عربوں کے ساتھ دشمنی ہے اور جسے پاکستان نے تسلیم ہی نہیں کیا۔ انھوں نے کہا کہ ہر ذریعہ سے حکومت نے ان خبروں کے صحیح ہونے کے بارے میں چھان بین اور تحقیقات کی ہے اور یہ معلوم ہوا ہے کہ کوئی احمدی پاکستان سے اسرائیل نہیں گیا۔" (لولاک ۷ر مئی ۱۹۷۶ء بحوالہ روزنامہ وفاق لاہور یکم مئی ۱۹۷۶ء)

اس واضح اور غیر مبہم حکومتی تردید کے بعد بھی اگر علماء اپنی الزام تراشی اور شر انگیزی کا سے باز نہ آئیں تو بتایا جائے کہ ان کا کیا علاج ہے؟　　؎ اب بھی اگر نہ سمجھو تو سمجھائے گا خدا۔

شذرات

۱۔ داورِ محشر کے سامنے رسولِ مقبولؐ کا استغاثہ۔

مدیر ماہنامہ المنیر لائلپور لکھتے ہیں کہ:۔

"کل جب ہم داورِ محشر کے سامنے پیش ہوں گے اور حضور شافعِ یومِ جزا عرش ربّ العزت کے سامنے کھڑے ہو کر

قال الرسول یا رب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجوراً

اور رسول پکاریں گے کہ میرے رب! میری اس قوم نے اس عظیم قرآن کو پسِ پشت ڈال دیا تھا۔ تو کیا ہم اس استغاثے کا کوئی جواب دے سکیں گے؟"

(ماہنامہ المنیر لائل پور صفحہ ۹ بابت مارچ ۱۹۷۶ء)

الفرقان: اسی لئے تو آسمانی مصلح نے آپ کو اور سب کو قرآن پاک پر عمل پیرا ہونے کی علیٰ وجہ البصیرت دعوت دی ہے۔ اے کاش! آپ اس روحانی دعوت کو قبول کریں۔

۲۔ فلسطین میں ہندوستانی مسلمانوں نے صلیب کا جھنڈا گاڑ دیا:

احراری دیوبندی مولوی حبیب الرحمان صاحب نے اقرار کیا ہے کہ:۔

"ہم ہی تھے جنہوں نے اس ملک میں فلسطین کی آزادی کو سلب کرنے میں پوری پوری امداد کی اور تیرہ سو سال سے جہاں اسلامی پرچم لہراتا چلا آتا تھا۔ وہاں ہندوستانی مسلمانوں نے صلیب کا جھنڈا نصب کرنے میں پورا پورا حصہ لیا۔"

(اخبار احسان لاہور ۷؍ جون ۱۹۳۶ء)

الفرقان: جب اس صلیبی جھنڈا کو سرنگوں کرنے کے لئے احمدی مبلغین نے بھرپور جدوجہد شروع کی ہے تو علماء الزام تراشی اور اشتعال انگیزی کے ذریعہ سدِّ راہ بن رہے ہیں۔

۳۔ شیعوں کو "اقلیت" قرار دینے کی تمہید

ہفت روزہ "لولاک" لائلپور اراکین قومی اسمبلی کو توجہ دلاتا ہوا جماعت احمدیہ اور شیعہ صاحبان کا موازنہ بایں الفاظ پیش کرتا ہے کہ:۔

(الف) "یہ گروہ (احمدی) مسلمانوں جیسا ہی کلمہ پڑھتے تھے۔ اذان مسلمانوں کی دیتے تھے۔ نماز ان کے طریقے کے مطابق پڑھتے تھے اور کبھی بھی انہوں نے حکومت

سے مطالبہ نہ کیا تھا کہ ان کی دینی تعلیم مسلمانوں سے الگ کی جائے۔"

(ب) "ایک فرقہ (شیعہ) جو اقلیت میں ہے اپنے آپ کو مسلمان بھی کہلواتا ہے لیکن اس نے مطالبے پر اپنی دینیات یعنی دین کے بنیادی اصول الگ کروا رکھے ہیں جس کا کلمہ مسلمانوں سے مختلف ہے جس کی نمازیں مسلمانوں کی نماز سے جدا ہیں جس کے بنیادی اصول دین عام مسلمانوں کے اصولوں کے مطابق نہیں تو کیا اس فرقہ کے خلاف مسلمانوں کے دلوں میں نفرت پیدا نہیں ہوگی؟"

(لولاک - ۲۶ مارچ ۱۹۷۶ء)

الفرقان: کیا یہ انداز شیعوں کے خلاف نفرت پیدا کر کے انہیں اقلیت قرار دینے کی راہ نہیں؟

۴- آئین کی چاروں ترامیم واپس لے لی جائیں!

روزنامہ امروز لاہور لکھتا ہے کہ:-

"مولانا شاہ احمد نورانی نے مطالبہ کیا ہے کہ آئین میں کی گئی حالیہ ترامیم کو فی الفور واپس لے لیا جائے کیونکہ یہ ترامیم جمہوری اقدار کے سراسر منافی ہیں"

(امروز - ۱۴ فروری ۱۹۷۶ء)

الفرقان: پاکستان کا آئین پورے غور و فکر کے بعد مکمل ہو گیا تھا۔ مگر اس آئین میں ذاتی اغراض و مقاصد کے لئے ترامیم کا سلسلہ جاری کر دیا گیا ہے اس سے سیاسی لوگ بھی نالاں ہیں۔ ہم مولانا شاہ احمد نورانی کی تائید میں کہتے ہیں کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ آئین میں آج تک جو چاروں ترامیم کی گئی ہیں وہ سب ہی واپس لے لی جائیں۔

۵- شیعہ اور سنیوں کا الگ الگ کلمہ

ہم اپنے قارئین کو حالات سے آگاہ رکھنے کی خاطر ہفت روزہ الاعتصام لاہور کا اقتباس ذیل نقل کرتے ہیں لکھا ہے کہ:-

"اب انہوں (شیعہ) نے کلمہ کا جو شوشہ چھوڑا ہے اس نے تو جلتی پر تیل کا کام کیا ہے ہم مانتے ہیں کہ "ولایت علیؓ اور وصایت رسولؐ" کا عقیدہ ان کے مذہب کا جزو ہے لیکن اس عقیدے کو ایک تو "کلمۂ اسلام" کا جزو بنا دینا اور دوسرے مسلمان ہونے کے لئے اس خود ساختہ کلمہ کے پڑھنے کو ضروری قرار دینا تو بڑے درجے کی ہٹ دھرمی اور انتہا درجے کی دیدہ دلیری ہے اس لحاظ سے کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ سمیت نعوذ باللہ (چودہ سو سال تک) تمام کے

تمام مسلمانوں کا قرار نہیں پاسکتے، کیا ان میں سے کسی نے بھی یہ تازہ ترین کلمہ پڑھا تھا جو شیعوں نے اب ایجاد کیا ہے اس خود ساختہ کلمے نے پورے ملک میں ایک سخت اضطراب پیدا کر دیا ہے اور معاملہ عدالتوں تک پہنچ گیا ہے اس سلسلہ میں لاہور ہائی کورٹ میں ایک رٹ دائر کی گئی ہے اور پشاور ہائی کورٹ میں بھی اسی مفہوم کی رٹ درخواست دائر کر دی گئی ہے۔"

(ہفت روزہ الاعتصام لاہور ص۱۲ ۹ اپریل ۱۹۷۶ء)

الفرقان: ہم اس صورت حال پر کوئی تبصرہ کرنا نہیں چاہتے۔

۶۔ THE PROMISED MESSIAH.

قارئین اس نمبر کے ٹائیٹل پر ایک اعلان حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی شبیہ مبارک کے ساتھ پڑھیں گے روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی نے کہا یہ اشتہار لندن کے اخبار گارڈین کی اشاعت ۱۸ مارچ ۷۶ء میں شائع ہوا جس کے جواب میں مسلمانوں نے گارڈین ۱۰ اپریل ۷۶ء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو "نبیوں کی مہر" قرار دے کر اس کا جواب دیا۔ نیز لکھا ہے کہ مسیح موعود پیدا نہیں ہوگا بلکہ آسمانوں سے اُترے گا۔ نوائے وقت نے دونوں تراشے شائع کر کے باربار "خبیث باطل" کا استعمال کیا ہے یوں دونوں اس اخبار کا متعارف بن گیا ہے

الفرقان تو اس بیان پر اتنا ہی تبصرہ کرنا چاہتا ہے کہ جب مسیح موعود نے آنا ہے جیسا کہ برطانیہ میں مقیم مسلمانوں نے اعلان کیا ہے تو پاکستان اسمبلی کا ۷ ستمبر ۷۴ء کا فیصلہ کیا ہوا؟ وہ تو ہر پیغمبر مصلح اور مامور کا دروازہ بند کر رہا ہے اس طرح تو صرف یہ فرق ہوا کہ دوسرے لوگ اسرائیلی مسیح کے منتظر ہیں اور احمدیوں کے نزدیک محمدی مسیح موعود آ گیا ہے مدعوی اور مقام میں تو کوئی فرق نہ ہوا

"نبیوں کی مہر" کے لئے شیخ الاسلام مولوی شبیر احمد صاحب کے الفاظ توجہ سے ملاحظہ فرمائیں۔ لکھتے ہیں کہ:-

"جن کو نبوت ملی ہے آپ کی مہر لگ کر ملی ہے۔"

(قرآن مجید مترجم علامہ عثمانی زیر آیت خاتم النبیین)

۷۔ امام مہدی کب آئیں گے؟

اسی شمارہ کے ص۴۸ پر اخبار افریشیا لاہور سے ایک قابل توجہ کارٹون نقل ہوا ہے۔ ایک بچہ اپنے بزرگ باپ سے کہتا ہے کہ حکومت پاکستان اپنے سیاسی مصالح کے پیش نظر امام مسجد نبوی کو اور امام مسجد حرام کو تو جلسوں کے لئے یہاں لے آئی ہے۔ امام مہدی کب آئیں گے؟

الفرقان: عزیز صاحبزادے سے عرض ہے کہ پاکستان اسمبلی نے تو امام مہدیؑ کا دروازہ ہی بند کر دیا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے امام مہدیؑ کو مبعوث فرما دیا ہے۔ جب قومیں آسمانی امام سے مایوس ہو جاتی ہیں تو وہ مساجد کے ائمہ کے ذریعہ ہی تسلی پانے کی کوشش کرتی ہیں۔

••

مکتوب جاپان ۴

جناب مولوی عطاء المجیب صاحب راشد ایم اے مبلغ جاپان کے قلم سے

جغرافیائی لحاظ سے دنیا کے مشرق بلکہ مشرق بعید میں واقع ہونے کے باوجود جاپان کو بآسانی ایک مغربی ملک کہا جا سکتا ہے۔ دنیاوی ترقی کے اعتبار سے یہ ملک کسی طرح بھی ترقی یافتہ مغربی ممالک سے پیچھے نہیں بلکہ بعض پہلوؤں کے اعتبار سے تو جاپان مغربی ممالک پر بھی سبقت لے گیا ہے۔ خوبی کے میدان میں سبقت لے جانا تو ایک عمدہ اور قابلِ تعریف بات ہے لیکن اہلِ مغرب کی جن بری باتوں سے اجتناب لازم تھا جاپان اس میں ناکام رہا ہے اور تعجب یہ ہے کہ جاپان کا مشرقی ملک پوری طرح مغربی تہذیب و تمدن کے رنگ میں رنگین نظر آتا ہے۔ جاپان میں کچھ عرصہ رہنے کے بعد یہ بات واضح طور پر محسوس ہوتی ہے کہ اہلِ جاپان کی زندگیوں میں مذہب کا عمل دخل ضرور ہے۔ مذہب سے کسی قدر لگاؤ کی چھاپ اب بھی دکھائی دیتی ہے اگرچہ اس کا نقش اس قدر دھندلا غیر واضح اور غیر معین ہے کہ اس کو پائیدار یا نتیجہ خیز حقیقت سے تعبیر کرنا مشکل ہے تاہم یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ جاپانیوں کے ذہن مذہب اور خدا کے تصور سے یکسر خالی ہیں۔ انگلستان میں مجھے کچھ عرصہ کام کرنے کا موقع ملا ہے اور اب جاپان میں بھی ایک سال سے زائد ہو گیا ہے میں نے مذہبی اعتبار سے ان دونوں میں ایک نمایاں فرق یہ محسوس کیا ہے کہ انگلستان (اور اسی طرح دیگر یورپی ممالک) کی غالب اکثریت ایسی ہے کہ جب ان سے مذہب کی بات کی جائے یا خدا تعالیٰ کی ہستی کے بارہ میں گفتگو کی جائے تو یہ موضوع ہی ان کے لئے باعث حیرت ہوتا ہے لیکن جاپان میں یہ کیفیت ہے کہ مذہب اور خدا تعالیٰ کے بارہ میں بات کو حیرت کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا اگرچہ عمومی طور پر دلچسپی برائے نام ہے اور بعض ایسے بھی ہیں جن کو یہ بات ہی ناگوار گزرتی ہے لیکن غالب اکثریت ایسی ہے کہ ان سے مذہب کے بارے میں بات کی جائے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان کو کسی نہ کسی حد تک دلچسپی ضرور ہے اگرچہ مذہب سے لاتعلقی ایک اور رنگ میں بہت نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے کہ مذہب کے بارے میں معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ دلچسپی بھی برائے نام ہے۔ مگر سب سے بڑھ کر یہ کہ ہر شخص

اپنی سوچ اور فکر کے مطابق اپنا خدا اور اپنا مذہب اختیار کیے
ہوئے ہے اور اسی تصور کو وہ سب سے زیادہ ثقہ اور معتمد
خیال کرتے ہوئے کسی نئی بات کے سننے کی طرف پوری طرح متوجہ
نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کی ضرورت محسوس کرتا ہے
بات اصل موضوع سے کسی قدر ہٹ گئی کہنا یہ
ہے کہ مذہبی تصورات اور خیالات کے بارے میں ان شاء اللہ آئندہ
میں کسی وقت تفصیل سے لکھوں گا اس وقت تحریر ذکر کرنا
تھا کہ جاپان مغربی تہذیب کو پوری طرح اپنائے ہوئے ہے
اہل مغرب کی وہ خرابیاں جنہوں نے ان کی زندگیوں کو روحانی
لحاظ سے (اور عمیق نظر سے دیکھا جائے تو دنیاوی لحاظ سے
بھی) تباہ و برباد کر رکھا ہے وہ سب کی سب اہل جاپان
میں پائی جاتی ہیں۔ سور کا گوشت ان کی خوراک کا ایک جزو
ہے اور شراب تو اس کثرت سے استعمال کی جاتی ہے کہ
دیکھنے والا حیرت کی تصویر بن جاتا ہے۔ دیگر اخلاقی خرابیوں
کا بھی یہی حال ہے۔ اس معاشرہ کی حالت بھی کس قدر قابل
رحم ہے کہ تقریباً سارے کے سارے لوگ اس میں خلا
میں بہے جا رہے ہیں۔ ایک بے سہارا اور مکڑی کے تنکے کی مانند جو
طوفانی تھپیڑوں کے رحم و کرم پر ہوتا ہے نہ کوئی کنارا نظر آتا
ہے اور نہ ہی منزل پر پہنچنے کی کوئی امید اور اس پر مستزاد
یہ کہ ناکامی اور گمراہی کا احساس بھی ان [illegible]
کے دلوں سے محو ہوتا جا رہا ہے:

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

اللہ تعالیٰ کا ہم مسلمانوں پر کس قدر احسان ہے کہ اس نے
ہمیں شریعت عطا فرمائی تو بہت مثالی، [illegible] عطا فرمایا تو

[illegible] الکل —
[illegible] کرتا ہے [illegible]
[illegible] اور ان کی [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
حصہ [illegible]

[illegible]
[illegible] ایک کتاب
[illegible] "LAND OF THE RISING [illegible]" پڑھنے
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

تم تیروں سے بچاؤ کے لئے [illegible]
ہو گیا اور دوا بھی تیروں [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
صفائی [illegible]
عام جاپانی [illegible]
کرو [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
جانے [illegible]
تبدیل کر [illegible]
یہی [illegible]
[illegible]
[illegible]
صفائی کا [illegible]
[illegible]
جاپانی گھری [illegible]
جگہ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible] گا یا تیرہ [illegible] نشان اس پر پڑ جائینگے
مکانات، [illegible] سڑکوں اور عمارتوں کی صفائی کے علاوہ
کپڑوں کی صفائی کا بھی بہت اہتمام کیا جاتا ہے۔ نہانے کی
عادت جاپانیوں میں بہت ہے (اگرچہ ان کے نہانے کا
انداز [illegible] اور غیر اسلامی ہے) سردی ہو یا گرمی
[illegible] کے اہتمام میں کوئی فرق نہیں آتا۔ ضمناً یہ ذکر بھی دلچسپی
سے خالی نہ ہوگا کہ عام طور پر جاپانی لوگ دن بھر کے کام سے
فارغ ہونے کے بعد شام کو یا سونے سے کچھ دیر قبل نہاتے ہیں
ان کا کہنا ہے کہ یہ طریق زیادہ فرحت بخش اور صحت کے لئے مفید
ہے کیونکہ اس طرح دن بھر کی تھکان دور ہونے کے علاوہ
رات کو بہتر طور پر آرام کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ہے اس عادت کے
[illegible] موسم کا [illegible] قدر دخل ہے۔ الغرض
صفائی کا اہتمام جاپانیوں کا ایک نمایاں وصف ہے اور اسلامی
تعلیم اَلنَّظَافَةُ مِنَ الْإِيمَانِ کے عین مطابق ہے۔

جاپانیوں کا ایک اور طریق بہت پسندیدہ ہے اور وہ
یہ ہے کہ جب کسی ہوٹل میں کوئی گاہک کھانے یا چائے وغیرہ
پینے کے لئے جاتا ہے تو اس کے کرسی پر (یا جاپانی طرز کے فرش
پر) بیٹھتے ہی اسے پانی کا ایک گلاس اور ایک گیلا تولیہ پیش
کیا جاتا ہے۔ یہ گیلا تولیہ جو پلاسٹک کے ایک لفافے میں بند
اور چھوٹی سی خوبصورت تھالی میں (جو عام طور پر بانس کی
بنی ہوتی ہے) رکھ کر پیش کیا جاتا ہے سردیوں میں گرم اور
گرمیوں میں سرد ہوتا ہے۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ آنے والا
گاہک اس تولیہ سے اپنے ہاتھوں اور چہرے کو صاف کر
سکے اور [illegible] سردی یا گرم موسم کے اثر کو بھی زائل کیا جا سکے
جاپانی چونکہ لکڑی کی سلائیوں سے کھانا کھاتے ہیں اس لئے

عام طور پر ان کے ہاتھ کھانا کھاتے وقت گندے نہیں ہوتے لیکن اگر ضرورت سمجھی جائے تو کھانا ختم کرنے پر اسی تولیئے سے ہاتھ بھی صاف کئے جاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ سخت سردی کے موسم میں جبکہ باہر درجہ حرارت نقطہ انجماد سے بھی کم ہو کسی ہوٹل میں داخل ہونے پر گرم گرم تولیے سے ہاتھوں اور منہ کو صاف کرنے سے واقعی بہت لطف اور آرام محسوس ہوتا ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو دونوں باتیں بہت مستحسن ہیں اسلامی تعلیم بھی یہی ہے کہ ہاتھ دھو کر کھانا کھایا جائے اور کھانا شروع کرنے سے قبل پانی موجود ہونا چاہیئے۔ جاپانیوں کا یہ طریق صرف ہوٹلوں میں ہی نہیں بلکہ عام گھروں میں بھی یہی طریق ہے اور اسے آنے والے مہمان کی عزت و تکریم اور خاطر مدارات کا اولین مرحلہ سمجھا جاتا ہے۔

THING JAPANESE یعنی ایسی باتیں جو جاپانیوں سے خاص ہیں ان کی فہرست بہت طویل ہے ایک کتاب میں ایک غیر ملکی مصنف نے ایسی باتوں کا بہت اچھا مجموعہ مرتب کیا ہے۔ ان میں سے ایک تقریب چائے ہے یعنی TEA CEREMONY چند لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ یہ مخصوص جاپانی انداز اور مخصوص جاپانی ماحول میں چائے تیار کرنے، پیش کرنے اور پینے کی ایک تقریب ہے جس کی مشق جاپانی خواتین خاص طور پر تربیت حاصل کرتی ہیں۔ اس قدیم روایتی فن کا مشاہدہ زائرین کے لئے بہت دلچسپی کا موجب ہوتا ہے۔ اس تقریب کے بارہ میں تفصیل پڑھتے ہوئے یہ بات بھی بہت دلچسپی کا موجب ہوئی کہ چائے پینے کا صحیح اور مناسب طریق یہ ہے

کہ جب چائے پیش کی جائے تو اسے یکدم ہی پی کر ختم نہ کر دیا جائے بلکہ کم سے کم تین گھونٹ میں پیا جائے۔ یہ بظاہر معمولی سی بات ہے لیکن اس کو پڑھتے ہی مجھے فوراً اسلام کی تعلیم یاد آئی جس میں ہادیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو آج سے چودہ سو سال قبل اسی بات کی نصیحت فرمائی تھی اور موجودہ دور میں سائنس نے بھی اس بات کی تائید کی ہے کہ مشروب کو یکدم ہی پی کر ختم کر دینا طبی لحاظ سے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔

صفائی ستھرائی کا ذکر میں نے ایک گزشتہ مکتوب میں کیا ہے۔ اس طرح ایمانداری جاپانی قوم کی دو نمایاں خوبیاں ہیں۔ استثنائی مثالیں تو ہر جگہ اور قوم میں ہوتی ہیں لیکن یہاں عمومی طور پر ان دو باتوں کا مشاہدہ بہت عام ہے۔ جاپانی قوم کی ترقی میں ان دو اوصاف کا بہت دخل ہے کیونکہ بنیادی اعتبار سے بھی ان اوصاف کی برتری ہر ایک کو مسلّم ہے۔

جاپانیوں کی ایک اور خوبی ان کی مسکراہٹ ہے جاپانی لوگ عام طور پر ناواقف اور اجنبی سے بات کرنے سے گریز کرتے ہیں لیکن جب بھی ان سے بات کی جائے تو خندہ پیشانی اور مسکراہٹ سے اس کا جواب دیتے ہیں یہ مسکراہٹ جس کا مشاہدہ ہر عمر اور طبقہ کے لوگوں میں کیا جا سکتا ہے یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان جاپانیوں کی زندگی کا ایک جزو بن گئی ہے۔ یہ اس درس نصیحت کے عین مطابق ہے جو ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہر زمانہ کے لئے معلّم خلق اعظم ہیں۔ اپنی امت کو دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اسلامی اخلاق کا ایک اوّلین زینہ یہ ہے کہ

جب بھی کسی سے بات کی جائے یا ملاقات کی جائے تو مسکراتے ہوئے اور خندہ پیشانی کے ساتھ کی جائے۔

جاپانی زبان کو دنیا کی مشکل ترین زبان (یا مشکل ترین زبانوں میں سے ایک) بتایا جاتا ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ ذخیرۂ الفاظ، مترادفات اور طرزِ بیان کے لحاظ سے اسے نمایاں امتیاز حاصل ہے۔ اس زبان کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ ایک ہی مضمون کو مختلف پیرایوں میں ادا کرنے کی سہولت موجود ہے۔ یوں بھی عام طور پر اپنے اور مخاطب یا تیسرے فرد کے لئے الگ الگ لفظ استعمال ہوتے ہیں یعنی ایک ہی فعل یا اسم کے لئے اپنے لئے عاجزانہ لفظ اور مخاطب یا تیسرے فرد کے لئے عزت کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ اس اہتمام میں اس قدر وسعت اور گہرائی ہے کہ غیر ملکیوں کے لئے اس کو اخذ کرنا اچھا خاصا مشکل مرحلہ ہوتا ہے۔ زبان کا ایک اور دلچسپ پہلو یہ ہے کہ اس میں مخاطب کے جذبات اور احساسات کو مدِّنظر رکھتے ہوئے نہایت مؤدبانہ اور شائستہ طریق سے بات کرنے کی سہولت موجود ہے اس طرح پر کہ بظاہر ناخوشگوار اور ناپسندیدہ بات (جس کا بیان کرنا مقصود ہو) بیان بھی ہو جائے اور ممکن حد تک مخاطب کے جذبات کا احترام بھی ملحوظِ خاطر رہے۔ کچھ عرصہ ہوا ایک مجلس میں اس موضوع پر ایک جاپانی عالم کی تقریر سننے کا اتفاق ہوا۔ اس نے اس کی بہت دلچسپ مثالیں دیں۔ اس موقعہ پر اس نے یہ بات بھی بیان کی کہ جاپانی زبان میں کسی بات کو رد کرنے یعنی NO کہنے کی کم از کم پچیس ایسی صورتیں ہو سکتی ہیں کہ NO کا لفظ بھی استعمال نہیں ہوتا اور یہ مفہوم بھی ٹھیک طرح ادا ہو جاتا ہے الغرض جاپانیوں کی گفتگو بہت شائستہ ہوتی ہے اور آداب و احساسات کا بہت خیال رکھا جاتا ہے بعمومی طور پر عورتوں کی گفتگو مردوں کی گفتگو کی نسبت ان اوصاف کی زیادہ آئینہ دار ہوتی ہے۔

ہمارے آقا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادِ گرامی میں فرمایا ہے تَهَادَوْا تَحَابُّوا کہ تم آپس میں تحائف کا تبادلہ کرتے رہا کرو اس سے دلوں کی باہمی الفت اور محبت میں اضافہ ہوگا۔ جاپانی قوم میں یہ وصف بہت نمایاں ہے۔ تحائف کا تبادلہ کرنا ان کا دستور ہے جاپانیوں کا عام طریق یہ ہے کہ وہ جب بھی کسی دوسرے کے گھر ملنے کے لئے جاتے ہیں تو ضرور کوئی نہ کوئی تحفہ لے کر جاتے ہیں۔ خالی ہاتھ جانا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ تحفہ کسی قسم کا ہو، پھل ہو یا کوئی اور چیز لیکن ملاقات کے لئے جاتے وقت اس کا پیش کرنا قدیم سے جاپانیوں کا طریق چلا آرہا ہے اس عام طریق کے علاوہ تقاریب کے مواقع پر تو خاص طور پر تحائف دیئے جاتے ہیں مثلاً شادی، سالگرہ، اور نئے سال کے آغاز پر جاپانیوں میں یہ طریق بھی ہے کہ جب وہ باہر سفر پر جاتے ہیں تو اس علاقے کی خاص سوغات خرید کر لاتے ہیں اور واپسی پر اپنے احباب کو دیتے ہیں۔ تحائف پیش کرنے کا طریق جاپانی معاشرہ کا ایک لازمی جزو بن گیا ہے

مندرجہ بالا اوصافِ حسنہ (جو اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہیں) دیکھ کر یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ جاپانی لوگوں نے ان باتوں کو اسلام کی تعلیمات کے زیرِ اثر اختیار کیا ہے لیکن یہ استدلال ضرور کیا جا سکتا ہے

کہ ان لوگوں میں نیکی، عمدہ اور مفید باتوں سے افروختہ اور اپنانے کی صلاحیت اور جذبہ پایا جاتا ہے۔ ان لوگوں نے اب ان باتوں کو اپنے تجربہ کے ذریعہ یا اپنی سوچ کے مطابق دریافت کیا اور اپنایا۔ اسلام نے یہ سب باتیں اپنے ماننے والوں کو چودہ سو سال قبل بتا دی تھیں۔ اور اسلام میں صرف یہی نہیں کہ یہ باتیں بلکہ ان کے علاوہ ہزاروں ایسی پرحکمت تعلیمات بھی موجود ہیں

اگر وقت صحیح طور پر ملا تو تجربات اور مشاہدات کے ذریعہ مراحل طے کرتے ہوئے (ہمیں امید ہے) آہستہ آہستہ قائل ہوتی جا رہی ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ ہمارا پیارا مذہب اسلام بے نظیر اور پرحکمت تعلیمات کا مرقع ہے۔ جوں جوں یہ مفید باتیں ان لوگوں کے سامنے آتی جائیں گی یہ ان کی خوبصورتی اور افادیت اور حکمت سے متاثر ہو کر یقیناً ان کو قبول کرتے جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ! خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین!!

فضائل القرآن الكريم

الأستاذ محمد عثمان الصيني المحترم

لِقُرْآنٍ كَرِيمٍ مُعْجِزَاتٌ — إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ بَاقِيَاتٌ
عَلَى حَقٍّ دَلَائِلُ نَيِّرَاتٌ — وَآيٌ بَادِيَاتٌ ظَاهِرَاتٌ
كَرَامَاتٌ لَهُ مُتَكَاثِرَاتٌ — وَبَرَكَاتٌ لَهُ مُتَوَاتِرَاتٌ
وَمِنْ آيَاتِهِ مُتَشَابِهَاتٌ — وَأُخْرَى فِيهِ آيٌ مُحْكَمَاتٌ
أَوَامِرُهُ جَمِيعاً طَيِّبَاتٌ — نَوَاهِيهِ مَوَانِعُ كَامِلَاتٌ
بِقُرْآنٍ جَرَى فَيَضَانُ خَيْرٍ — وَزَالَتْ مُنْكَرَاتٌ سَيِّئَاتٌ
لَقَدْ ظَهَرَتْ لَهُ فِي كُلِّ عَصْرٍ — ثِمَارٌ طَيِّبَاتٌ حُلْوِيَاتٌ
لَهُ كَلِمٌ وَأَلْفَاظٌ وَجُمَلٌ — كَدُرٍّ بَازِغَاتٌ لَامِعَاتٌ
إِذَا الْقُرْآنُ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ — بِأَنْوَارٍ تَجَلَّى كَائِنَاتٌ
بِتَزْكِيَةِ الْكِتَابِ لَقَدْ تَزَكَّى — عِبَادٌ مُؤْمِنُونَ وَمُؤْمِنَاتٌ
لَئِنْ لَمْ يَهْدِنَا الْقُرْآنُ كَانَتْ — ضَلَالَاتٌ عَرَتْنَا مُظْلِمَاتٌ
عَلَى مُصْحَفِ الْوَرَى فِي كُلِّ حُسْنٍ — لِقُرْآنٍ فَضِيلَاتٌ قِمَاتٌ

بانیانِ مذاہب اور اساطیرِ عالم

(از محترم شیخ عبدالقادر صاحب ۱۵۔ رستم پارک نواں کوٹ لاہور)

قرآن حکیم کے پہلے سبق میں یہ بنیادی اصول پیش کیا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ رب العالمین ہے۔ اس کی ربوبیت غیر محدود ہے۔ دوسری جگہ فرمایا۔ ساری کائنات میں اس کا امر نازل ہوتا ہے۔ دنیا میں ہر قوم میں نبی آئے ہیں

- وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ (یونس ۴۷)

ہر امت میں رسول آئے۔

- وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (رعد ۸)

ہر قوم میں ہادی اور پیغامبر آئے ہیں

- وَإِنْ مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ (فاطر ۲۴)

کوئی بھی تو قوم ایسی نہیں جس میں ڈرانے والے نہ آئے ہوں۔

پھر فرمایا۔ کہ کچھ پیغمبروں کا ذکر قرآن میں ہے۔ باقی پیغمبر ایسے ہیں جن کا ذکر ہم نے تجھ سے نہیں کیا۔

امتوں کے متعلق فرمایا کہ اتنی گزری ہیں لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللّٰهُ (ابراہیم ۱۰) کہ لوگ ان کی گنتی نہیں جانتے۔

ایک حدیث میں ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی ہوئے ہیں[۱]

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کم و بیش ۲۴ انبیاء کا ذکر قرآن میں ہے۔ باقی پیغمبر جو ہوئے وہ نظر عام سے کیوں غائب ہو گئے؟ اس کا جواب بھی قرآن حکیم نے دیا ہے۔ فرمایا۔

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ

(اعراف ۱۹۵)

یعنی لوگو! جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمہاری طرح کے بندے ہیں۔

بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ

(انبیاء ۲۷)

حقیقت یہ ہے کہ جن کو یہ بیٹا کہتے ہیں وہ خدا کے معزز بندے ہیں

---

۱ ابو ذر غفاری سے روایت ہے میں نے پوچھا یا رسول اللہ! سارے انبیاء کی پوری گنتی کتنی ہے۔ آپ نے فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار
(مشکوٰۃ جلد ۳ حدیث [illegible])

جن کو خدا کی طرف سے عزت ملی ہے

صاف ظاہر ہے کہ اہل مذاہب کی اساطیر اور میتھالوجی میں پیغمبر گم ہو گئے۔ پیغمبروں کو تلاش کرنا ہے تو اساطیرِ عالم کو دیکھو۔ مثلاً آثار میں ہے کہ عرب کے بعض دیوتے دراصل ان کے اسلاف ہیں۔ اہل ہند کی میتھالوجی میں ہے کہ وشنو نے طوفان کے بعد شیطان کو قتل کر ڈالا۔ وید مقدس کے جتنے نسخے تھے۔ سب چھپا ڈالے اور کشتی سوار طوفان سے بچنے والے اپنے مخلص پجاری کو الٰہیات کی تعلیم دے کر ساتھ ہی منو کا خطاب عنایت فرمایا۔ یہ نبیوں کی پرچھائیں نہیں تو اور کس کی ہیں؟

ہند میں کرشن کو بہت اونچا مقام حاصل ہے عقیدت مند انہیں بھگوان کرشن کہتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ وہ بھی ایک نبی تھے۔ دار قطنی میں ہے :-

"ہند میں ایک نبی ہوا ہے۔ رنگ اس کا کالا تھا۔ وہ لوگوں میں کاہن کے نام سے معروف ہے۔"

یہ عجیب بات ہے کہ کرشن کے معنے "کالے رنگ والے" کے ہیں (ہندو ورلڈ انسائیکلوپیڈیا) پھر آپ کا خطاب شیام ہے جس کے معنے کالے کے ہیں۔ ایک خطاب کنہیا تھا۔ گوالیوں یعنی (پاکیزہ انسانوں) کا محبوب۔ حضرت کرشن آریہ ورت کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے لیکن خود ملی جلی نسل سے تھے۔ علماء کہتے ہیں کہ وہ کالے رنگ کے غیر آریہ تھے یا غالباً دراوڑی اور آریائی نسل کا امتزاج تھا۔ ان کی پیروی کو لوگ جنڈال کہتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ التزام نسل و خاندان اور تفاخر قوم کو عملاً آپ نے ختم کر دیا تھا۔ "ہندو ورلڈ" میں زیر لفظ کرشن تفصیل ملاحظہ ہو۔

قرآن حکیم نے ہمیں یہ بھی بتایا کہ فرشتوں کو دیویاں بنا لیا گیا :-

وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ
هُمْ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا۔
(زخرف : ۲۰)

اور انہوں نے ملائکہ کو جو رحمٰن خدا کے بندے ہیں۔ دیویاں بنا لیا۔

اساطیرِ عالم کے زیادہ تر دیوی۔ دیوتا۔ پیغمبر ہیں یا ملائکہ اب اس کے ثبوت مل رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں BRANDON کی تازہ تصنیف RELIGION IN ANCIENT HISTORY قابل دید ہے۔

مصر کا قدیم ترین دیوتا عزیر ہے۔ یہ عالم آخرت کا دیوتا ہے زمین کے خدا اور آسمان کے خدا کا بیٹا۔ جسے یونانی OSIRIS اور مصری USAR کہتے تھے۔ یہ مصر کا ایک نیک دل بادشاہ اور پیغامبر تھا۔ اس کا زمانہ کم و بیش ۳۰۰۰ قبل مسیح ہے۔ عزیر کو اس کے بھائی نے قتل کر دیا اس کی مظلومانہ شہادت کے بعد اس کا مقام اس درجہ بڑھا کہ وہ مصری دیومالا کا جزو لاینفک بن گیا۔

شہداء مرنے کے بعد زندہ ہوتے ہیں۔ اس لئے عزیر کے متعلق مصری یہ سمجھتے تھے کہ وہ زندہ ہو کر میزانِ عمل پر متعین ہے اہل مصر عزیر کو مر کر زندہ ہونے والا۔ نجات دہندہ ماننے لگے۔ عزیر کے بعد اس کا بیٹا ہورس جانشین

ہوا۔ عزیر کی بیوی کا نام آسیس تھا وہ دیوی بن گئی۔ اس طرح عزیر اسیس اور ہورس کی تثلیث مصر میں پوجی جانے لگی۔ قرآن حکیم سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں نے بھی عزیر کی پرستش کی ہے۔ اسے ابن اللہ مانا۔ اور کافروں کی نقل میں عیسائیوں نے ابنیتِ مسیح کا عقیدہ گھڑ لیا۔

"وقالت الیھود عزیر ابن
اللہ وقالت النصاری المسیح
ابن اللہ .... الخ" (توبہ: ۳۰)

یہودیوں نے کہا کہ عزیر ابن اللہ ہے
اور عیسائی کہتے ہیں مسیح اللہ کا بیٹا ہے

یہ ان کا صرف زبانی دعویٰ ہے۔ یہ اگلے کافروں کی بات کی نقل اتارتے ہیں۔ اس آیتِ مبارکہ میں ایک عظیم تاریخی راز ہے۔

سکندریہ وہ جگہ ہے جہاں ⅖ آبادی یہودیوں کی تھی۔ ⅗ یونانی، مصری اور رومی۔ اس جگہ یونانیوں نے مصری دیوتاؤں کی خوشہ چینی کی۔ اور عزیر کی پرستش کا سب سے بڑا معبد بنایا۔ اس شاندار معبد کو SERAPIS (سیراپیس) کا نام دیا جو کہ عزیر آپیس (عجلِ عزیر) سے مشتق ہے قیصر روما ہیڈرین کے ایک مکتوب سے معلوم ہوا ہے کہ دوسری صدی میں سکندریہ کے یہودی عزیر کی پرستش میں پیش پیش تھے[۱] اور سکندریہ ہی وہ جگہ ہے جہاں حضرت مسیح کی الوہیت اور تثلیث کا عقیدہ پروان چڑھا۔

BRANDON اپنی مذکورہ کتاب میں لکھتا ہے:-

"اور یہ امر شاید کچھ زیادہ تعجب انگیز نہیں ہے کہ جب مذہب عزیرس کا خاتمہ ہوگیا تو وہ عیسائیت کے لبادہ میں نمودار ہوگیا۔ ایک نیا نجات دہندہ جو کہ عزیرس کی طرح مر کر زندہ ہوگیا دلوں پر حکومت کرنے لگا۔"

(RELIGION IN ANCIENT HISTORY P.132)

صاف ظاہر ہے کہ عیسائیت مذہب عزیر کا چربہ ہے۔ اب قرآن حکیم کی مذکورہ آیت کو دوبارہ پڑھیں ایک تاریخی عقدہ حل ہو جاتا ہے۔

ہمارے پرانے مفسرین کہتے ہیں کہ عزیر سے مراد عزرا نبی ہیں۔ یہودی معترض ہیں کہ ہم نے عزرا نبی کو کسی دور میں بھی ابن اللہ نہیں مانا۔ ہوسکتا ہے کہ زمانہ مستقبل میں عزرا نبی کو ابن اللہ ماننے کا حتمی تاریخی ثبوت مل جائے اس امکان سے ہمیں انکار نہیں۔ فی الحال عزیر کی پرستش کا جو ثبوت ملا ہے اس کی تفصیل میں نے عرض کر دی ہے قرآنی حقائق کے مکمل انکشاف پر بات صاف ہو جائیگی یہ بھی عرض کر دوں کہ بائیبل کے بین السطور میں یہودیوں کی عزیر پرستی کا ذکر بھی ملتا ہے[۲]

بہرکیف یہ امر واضح ہے۔ قوموں نے اپنے آبائے صلحاء اور پیشوایانِ مذاہب کو دیوتا بنا لیا تھا

---

[۱] THE THINKER'S HANDBOOK BY HECTOR HAWTON. P. 164.

[۲] پیکس شرح بائیبل نوٹ یسعیاہ ۱۴

دیوتاؤں میں پیغمبر بھی شامل ہیں BRANDON لکھتے ہیں:۔

"موجودہ تحقیق ہمیں یہ بتاتی ہے کہ اقوام عالم کے زیادہ تر دیوتے اور دیویاں ان کے ہیرو تھے۔ ان کے کارنامے عزت و تکریم سے گزر کر الوہی تقدس پہنچ جوش ــــ اس طرح وہ دیوتے بن گئے۔" (ص ۶)

اساطیر عالم میں سے نبیوں کی تلاش ایک ایسا موضوع ہے کہ اس پر بڑی سنجیدگی سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ بعض تاریخی شواہد درج ذیل ہیں:۔

(۱)

مصر سے ایک کتبہ آج سے ۳۱۰۰ سال پہلے کا ملا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ فراعنہ کی تباہی کے بعد ایک شامی سردار مصر کے سیاہ و سفید کا مالک ہو گیا۔ اس نے اعلان کیا کہ یہ تمہارے دیوتے دراصل زمانہ قدیم کے انسان ہی تو ہیں۔ لکھا ہے:۔

"ایک شامی شہزادہ غلاموں کی مدد سے برسر اقتدار آگیا۔ اس نے سارے مصر کو اپنے تسلط میں لے لیا۔ دیوتاؤں کے سامنے نذر و نیاز بند ہو گئے اس نے اعلان کیا کہ جن کو تم پوجتے ہو وہ تو اپنے وقت کے انسان تھے۔ تمہارے پروہت انہی دیوتاؤں کے نام پر تمہارا استحصال کرتے رہے ہیں۔"

اس کتبہ کی تشریح میں ایک عالم آثاریات ERICH ZEHREN کہتے ہیں کہ شامی شہزادہ نے بتایا کہ تم نے نیک انسانوں کو دیوتا بنا لیا۔ مثلاً مصری آتم دیوتا کو پوجتے تھے۔ یہ دراصل آدم ہے۔ وہ سیتھ کی پرستش کرتے تھے۔ یہ فرزند آدم شیث ہے۔

(The Crescent and the Bull P.330)

(۲)

آج سے ۲۳۰۰ سال پہلے ایک یونانی عالم ــ EUHEMERISM OF MESSINE نے یہ نظریہ پیش کیا کہ یونانیوں کے بڑے دیوتے اصلاً پرانے زمانے کے عظیم بادشاہ ہیں جن کو بعد میں اتنی تعظیم ملی کہ وہ دیوتا بن گئے۔

(Religion in ancient History P. 5,6.

ظاہر ہے کہ وہی بادشاہ دیوتا بنے جو کہ قوم کے ہادی تھے۔ ان کے کارنامے عظیم تھے۔ اور کردار بے مثال۔

(۳)

ہندوستان میں گوتم بدھ ایک تاریخی وجود ہے لیکن بدھ ستوا آنے والے بدھوں یعنی بدھ کی روح سے کر پیدا ہونے والے صلحاء کو کہا گیا۔ شمالی مغربی ہندوستان میں حضرت مسیح علیہ السلام ہجرت کر کے آئے۔ آپ کا خطاب یسوع آسف تھا۔ بدھوں نے ان کو بدھ ستوا مانا یسوع آسف کا۔ یوز آسف بنا اور بودھ ستوا کا بوداست۔ اب یوز آسف اور بوداست شیر و شکر ہو گئے ــ اور بوداسف بن گیا۔

ہندی بدھ کی کہانی اور حضرت مسیح کی تعلیمات اور تمثیلات کا ایک معجون مرکب تیار ہوا۔ جس پر مشتمل

صحیفہ یوداسف مرتب ہوا۔ اصل سنسکرت صحیفہ تیسری چوتھی صدی کی تالیف ہے۔ آٹھویں صدی میں یوحنا دمشقی نے اس کہانی کے کردار کو عیسائی ولی کے روپ میں پیش کرکے اصل حقیقت کو مزید الجھا دیا۔

رومی اور یونانی چرچ نے یوداسف کو یوآسف بنا دیا اور ایک ولی یعنی سینٹ کے روپ میں اپنی تقویم میں شامل کر لیا۔ اس کے نام کے گرجے تعمیر ہونے لگے اب کون جانتا ہے۔ یوداسف دراصل حضرت مسیح علیہ السلام ہیں۔

ان مثالوں سے اندازہ لگائیں کہ پیشوایان مذاہب کس طرح توموں کے دیومالائی عقیدے مرتب ہو جاتے ہیں۔

—— (۴) ——

قدیم یونان و مصر میں ہرمس (HERMES) کے نام پر بیشتر لٹریچر مرتب ہوا اس لٹریچر کے شہ پارے "گاسپل آف ہرمس" (Gospel of Hermes) میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔ شروع سے آخر تک دیکھ جائیے پیغمبر کا کلام معلوم ہوتا ہے توحید، حیاۃ بعد الموت، روح کی حقیقت، اور تصوف کے اعلیٰ نکات کا مرقع ہے یہ لٹریچر کس زمانہ میں مرتب ہوا؟ اس کا ابھی تک فیصلہ نہیں ہوا۔ دو سے اڑھائی ہزار سال پہلے کا زمانہ بتایا جاتا ہے مصر میں ہرمس کو "حکمت" کا دیوتا مانا گیا۔ یونانیوں نے اسے "سہ گونہ عظیم ہرمس" کے لقب سے یاد کیا۔

ہرمس زمانۂ قدیم کا کوئی پیغمبر ہے۔ جس کی اعلیٰ درجہ کی تعلیمات آج بھی کسی حد تک محفوظ ہیں۔ وہ مصریوں اور یونانیوں دونوں کا دیوتا ہے۔ انجیل میں ہے کہ یونانی اہل لسترہ میں صاحب کرامت ولی کو ذیوس اور ہرمس کہتے تھے (اعمال ۱۴/۱۲) یونانیوں نے ہرمس کو مریخ بنا لیا۔ رومیوں کے ہاں مریخ ہے۔ یونانیوں کے ہاں ہرمس۔ ہرمس موجد فن لطیفہ اور رسم الخط تھا۔

—— (۵) ——

قرن اوّل کے عبرانی نسل کے عیسائیوں نے اسی "قصۂ پارینہ" کو تازہ کیا کہ خدا تعالیٰ نے ہر زمانے اور ہر قوم میں اپنے نام کے مظاہر بھیجے ہیں۔ کوئی عالم پیغمبر سے خالی نہیں۔ اسی سنت مستمرہ کے مطابق "مسیحا" مبعوث ہوئے اور اپنے بعد ایک رسول کی بشارت دی جس کا نام ایمنیت یعنی "سراپا حق و خوبی" ہے اور اس اسمانی نام کے معنوی اطلاق بھی پیدا ہوتے رہیں گے۔[1] یہ تفصیل صحیفۂ دمشق میں بھی ملتی ہے۔ یہ صحیفہ قاہرہ قدیم کے ہیکل عزرا سے ملا۔ اس کے اوراق متفرقہ، وادیٔ قمران کے غاروں سے ملے ہیں۔ اس امر سے اس کی قدامت کا اندازہ لگا لیں۔

علماء میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ صحیفہ پہلی صدی قبل مسیح کے یہودی صوفیا یعنی فرقہ الیسینیہ کا ہے۔ بعض علماء یہ طور پر سمجھتے ہیں کہ اس میں عیسائی اضافے ہیں۔ کیونکہ بعد ازاں الیسینی عیسائی ہو گئے تھے۔ آباء کلیسا الیسینیوں کو "عیسائی شاخ" سمجھتے تھے۔

—— (۶) ——

ل "The Riddle of the Scrolls" By H.E. Del Medico. P. 368

اسینی دور کے بعد ان کا جانشین ایک باطنی فرقہ تھا جو کہ مصر میں پروان چڑھا۔ مصر کے باطنی عیسائیوں کا بیش بہا لٹریچر بالائی مصر کے ایک گاؤں میں ایک قبر سے ملا ہے۔

قرونِ اولیٰ میں مصر کے بعض عیسائی فرقے ایک جداگانہ تشخص رکھتے تھے۔ ان کی مکمل لائبریری کا انکشاف ہوا ہے۔ یہ لٹریچر ناج حمدی گاؤں کے ایک قبرستان سے برآمد ہوا۔ ۴۹ صحائف جو کہ زیادہ تر قبطی زبان میں ہیں ایک مٹکے میں بند پائے گئے۔

یہ مصر کے باطنی فرقے کے عیسائی تھے۔ ان کو رومی کلیسا نے ملحد اور دین سے خارج قرار دے دیا۔ ان کا لٹریچر ضبط ہو گیا۔ انہوں نے اپنے بیش بہا لٹریچر کو مٹکوں میں بند کر کے قبرستانوں میں چھپا دیا۔ رومی کلیسا اور رومن ایمپائر کا میل تھا۔ اس طرح ان کو تعذیب کا نشانہ بنایا گیا۔

نصاریٰ مصر کا عقیدہ یہ تھا:—

- حضرت مسیحؑ صلیبی موت سے بچا لئے گئے۔
- مشابہ بموت حالت سے وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور چند ماہ تک حواریوں کے ساتھ رہے۔
- ان کی حقیقی موت بعد میں واقع ہوئی۔ پس صلیبی موت کا عقیدہ ناشی از غلطی ہے۔
- گناہوں کی معافی کے لئے کسی کفارہ کی ضرورت نہیں۔
- مسیحؑ کی حقیقی تعلیمات توما، پطرس، یعقوب و یوحنا حواریوں کے توسط سے مصری کلیسا تک پہنچی ہیں!

توما نے "زندہ مسیح" کے ۱۱۴ اقوال مرتب کئے۔ ان اقوال میں حضرت مسیحؑ کی ہجرت اور یعقوب حواری کو امیر مقرر کرنے کا ذکر ہے۔

- مصر کا یہ باطنی فرقہ پولوس کی عیسائیت کے خلاف تھا۔
- ان کا دعویٰ تھا کہ وہ عبرانی عیسائیوں کے جانشین ہیں۔

مذکورہ عقائد کے علاوہ قبطی کلیسا کا یہ عقیدہ بھی تھا کہ ہر قوم میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہادی آتے ہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ اس کلیسا نے زرتشت اور ہرمس کا لٹریچر بھی مرتب کیا۔ وہ بھی ان کے ۴۹ صحائف میں شامل ہے۔

دو امریکی علماء نے ناج حمدی صحائف پر ایک کتاب لکھی ہے۔ اس میں ایک جگہ رقمطراز ہیں کہ جہاں مصر کی قبطی کلیسا کے پاس حضرت مسیحؑ کے اقوال اور حواریوں کے نام پر مرتبہ لٹریچر تھا۔ وہاں دوسرے انبیاء اور مصلحین کا لٹریچر بھی ان کے زیر مطالعہ تھا۔ لکھتے ہیں:—

"آدم اور ان کے فرزند شیث کی طرف منسوب وحی، یونانی مصری دیوتا، ہرمس کی مخفی تعلیمات اور زرتشت کے کلمات، ان کے مذہبی لٹریچر کا حصہ ہیں"

پھر لکھتے ہیں:—

"ان خزائن سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیوں کا یہ باطنی فرقہ نصرانی صحائف کے علاوہ خود کو عالمگیر آسمانی وحی کا وارث سمجھتا

تھا۔ ان کا عقیدہ تھا کہ مذاہبِ مشرق میں صداقت کا مخفی حصہ موجود ہے۔ ان کی روایات فلاح و نجات میں ممد ہیں۔"

(The Secret sayings of Jesus. P.63)

مصر کے باطنی فرقہ کا مکمل لٹریچر ابھی اشاعت پذیر ہو کر منظرِ عام پر نہیں آیا۔ بہرحال ان کے ہاں وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ کا عقیدہ موجود ہے۔

(۷)

تیسری صدی میں بابل میں پیدا ہونے والا ایک عالم مانی عیسائیت کے باطنی فرقوں سے متاثر ہوا۔ مانی نے اپنی تعلیمات کو مرتب کیا۔ مانی لکھتا ہے کہ:-

آسمانی پیغامبر ہر زمانہ میں آتے ہیں۔
نسلِ انسانی کی ہدایت کے لئے ایک کے
بعد دوسرا ہادی برپا ہوا۔ ہند میں بدھا۔
ایران میں زرتشت اور مغرب میں حضرت
مسیحؑ مبعوث ہوئے

(نیو انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا زیر لفظ (MANICHAEISM)

ابو ریحان البیرونی نے کتاب الہند میں یہ حوالہ دیا ہے۔ مانی مکتبِ فکر کا ایک حوالہ چوتھی صدی میں سریانی عالم افرائیم نے دیا۔ وہ لکھتا ہے کہ:-

"مانی فرقہ کے لوگ مانتے ہیں کہ مصر میں ہرمس، یونان میں افلاطون اور یہودیہ میں یسوع، مبشر خدا بن کر آئے۔"

(The Religion of Manichees by Burkett. P. 37-38)

مانی نے خود کو بھی پارا کلیت اور پیغمبر آخر زمان ہونے کا دعویٰ کیا۔ اسے ایرانی حکومت نے صلیب پر مار دیا اور اس کی کھال میں بھس بھر دیا۔

(۸)

آخر میں یہ نکتہ بھی قابلِ غور ہے کہ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ سراپا نور نے غیر مذکور انبیاء میں سے ایک حبش کے پیغمبر کی خبر دی۔ فرمایا یہ پیغمبر میرے سامنے لائے گئے۔ بعد ایک ہند کے پیغمبر بھی۔ دونوں کالے رنگ کے تھے ظاہر ہے کہ سپید و سیاہ دونوں اللہ تعالیٰ کے نور کے مظہر ہیں۔ حجۃ الوداع میں گورے کالے کا امتیاز اڑا کر ایک عالمگیر برادری کی دعوت دی جس میں رنگ نسل اور خون کا امتیاز نہیں ہے

(۹)

اس مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر خطۂ ارضی میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ریفارمر اور ہادی مبعوث ہوئے۔ اساطیرِ عالم کے بیشتر دیوتے ہادیانِ مذاہب ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے آخری پیغام میں فرماتے ہیں:-

"خدا تعالیٰ نے قرآن شریف کو اسی آیت سے شروع کیا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اور جا بجا اس نے قرآن شریف میں صاف صاف بتا دیا ہے کہ یہ بات صحیح نہیں ہے کہ کسی خاص قوم یا خاص ملک میں خدا کے نبی آتے رہتے ہیں۔ بلکہ خدا نے کسی قوم اور کسی ملک کو فراموش نہیں کیا ....

جیسا کہ وہ قرآن شریف میں ایک جگہ فرماتا ہے وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيۡهَا نَذِيۡرٌ۔ کہ کوئی ایسی قوم نہیں جس میں کوئی نبی یا رسول نہیں بھیجا گیا......... وہ سچا اور کامل خدا جس پر ایمان لانا ہر ایک بندہ کا فرض ہے وہ رب العالمین ہے اور اس کی ربوبیت کسی خاص قوم تک محدود نہیں اور نہ کسی خاص زمانہ تک اور نہ کسی خاص ملک تک۔ بلکہ وہ سب قوموں کا رب ہے۔ اور تمام زمانوں کا رب ہے اور تمام مکانوں کا رب ہے اور تمام ملکوں کا وہی رب ہے اور تمام فیضوں کا وہی سرچشمہ ہے اور ہر ایک جسمانی اور روحانی طاقت اسی سے ہے اور اسی سے تمام موجودات پرورش پاتی ہیں اور ہر ایک وجود کا وہی سہارا ہے۔

خدا کا فیض عام ہے جو تمام قوموں اور تمام ملکوں اور تمام زمانوں پر محیط رہتا ہے۔ یہ اس لئے ہوا کہ تا کسی قوم کو شکایت کرنے کا موقع نہ ملے......

پس اس نے عام فیض دکھلا کر...... اپنے جسمانی اور روحانی فیضوں سے محروم نہیں رکھا اور نہ کسی زمانہ کو بے نصیب ٹھہرایا۔"

(پیغام صلح۔ صفحہ ۳-۴)

مقامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

جناب چوہدری فتح محمد صاحب ایم اے لاہور

مقامِ محمد ہو کیونکر بیاں
ہے تعریف سے جن کی قاصر زباں

وہ سورج ہیں باقی ستارے ہیں سب
انہیں کے ہیں باعث یہ تابانیاں

نہیں ان کا ہمسر نہ ثانی کوئی
وہ خاتم ہیں اور شاہِ کون و مکاں

وہ رحمت ہیں سب عالموں کے لئے
ہیں محبوبِ رب اور شہِ دو جہاں

بلا ریب نبیوں کی زینت ہیں آپ
شہِ انبیاء شاہِ پیغمبراں

مجھے اپنی رحمت کی چادر میں ڈھانپ
ٹھکانہ بس اک ہے ترا آستاں

○

ہیں آپ کے وجود سے کونین پُر بہار

جناب مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری ایم اے

خلاقِ جن و انس کے شہکار آپ ہیں
اِک کانِ فیض و رحمت و انوار آپ ہیں

بزمِ جہاں میں ہیں وہی خوش بخت خوش نصیب
جن عاشقانِ زار کے دلدار آپ ہیں

پاتے ہیں در پہ آپ کے شاہ و گدا مراد
درمانِ دردِ ہر دلِ بیمار آپ ہیں

جس پر نہ آسکی نہ کبھی آئے گی خزاں
یزداں کا بے مثال وہ گلزار آپ ہیں

ہے قافلہ رواں جو ہمارا بصد خرام
اس کا یہی سبب ہے کہ سالار آپ ہیں

جس کے لئے وجود میں آئی ہے کائنات
وہ فخرِ انبیاءؑ شہِ ابرار آپ ہیں

ہیں آپ کے وجود سے کونین پُر بہار
آبِ زلال و ابرِ گہربار آپ ہیں

ذرّوں کو بخش دی ہیں ستاروں کی رفعتیں
رُشد و ہدیٰ کی شمسِ ضیا بار آپ ہیں

"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"
بعد از خدا معین و مددگار آپ ہیں

صدیقِ غمزدہ پہ بھی رحمت کی ہو نظر
ہر بیکس و غریب کے غمخوار آپ ہیں

آئینۂ تجلّیٔ پروردگار

جناب عبد الحمید صاحب شوقؔ

اِس بزمِ کائنات کے نقش و نگار ہو — اِس گُلشنِ حیات کی دائم بہار ہو
قائم ہے آب و رنگ تمہیں سے حیات کا — تم ہی شبابِ ارض و سما کا نکھار ہو
اِس عالمِ بسیط پہ لائے ہو رحمتیں — تم ہی تو وجہِ رحمتِ پروردگار ہو
ہمدردی و خلوص و محبّت کے واسطے — خورشیدِ ضَوفشاں کی طرح آشکار ہو
نغمہ طرازِ ربطِ ہستی تمہیں سے ہے — فردوسِ ہست و بُود کے آئینہ دار ہو
آشفتگیٔ ذہن کو تم سے سکوں ملا — بے تابیٔ قلوب کا تم ہی قرار ہو
رُوحِ رواں ہو گلشنِ آفاق کے تمہیں — آئینۂ تجلّیٔ پروردگار ہو
جس کا غلام مہدیٔ دوراں سا ہو امام — اُس کا مقام کیوں نہ سرِ افتخار ہو
تسکینِ قلب و رُوح کی جنّت یہی تو ہے — دیدار ہو حضورؐ کا اور بار بار ہو
محرُوم و نامُراد رہے گا تمام عمر — بعد از خدا حضورؐ سے جس کو نہ پیار ہو

تعریف میں رسولؐ کی رطب اللساں ہے شوقؔ
اِس پر خدا کے فضل کی بارش ہزار ہو

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

جناب میر اللہ بخش صاحب تسنیم

(۱)

برتر گمان و وہم سے تیرا مقام ہے
تو خیرِ انبیاءؐ ہے تو خیرِ انامؐ ہے
لطف و کرم ہے عام ترا فیض عام ہے
ہیں جنّ و انس تیری عنایت سے بہرہ ور
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(۲)

حق نے تجھے بنایا ہے سرخیلِ انبیاءؑ
تیرے گدا ہیں جتنے بھی اولیاءؒ
ہے تیری ذاتِ پاک ہی سرچشمۂ ضیاءؐ
دیکھا سنا جہاں میں نہ تجھ سا کوئی بشر
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(۳)

مشرک جو تھے وہ پیکرِ توحید بن گئے
جاہل جو تھے وہ علم کی تمہید بن گئے
ذرّے جو تھے وہ غیرتِ خورشید بن گئے
آغوشِ تربیت کا ترے تھا یہ سب اثر
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(۴)

تیرا وجودِ پاک و مقدّس خدا نما
توحید کا پتہ کوئی تجھ بن نہ دے سکا
ہوتا نہ تو تو کوئی خدا کو نہ پوچھتا
پجتے جہاں میں شمس و قمر یا شجر حجر
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(۵)

لاریب لاشریک ہے تو اپنی شان میں
ہمسر ہوا ہے کوئی نہ ہوگا [illegible]
شہرت ہے تیرے نام کی دونوں جہان میں
پیدا کیا خدا نے نہ تجھ سا کوئی [illegible]
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(۶)

پتھر جو تھے وہ گوہر شہوار بن گئے
حق کے حریف حق کے پرستار بن گئے
حبشی اٹھے اور اٹھ کے جہاندار بن گئے
کندن بنا گئی پڑی جس پر تری نظر
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(۷)

جس کو ملی ضیا ترے حسن و جمال سے
بدر منیر بن گیا بڑھ کر ہلال سے
فیض اب ملیگا جس کو بھی تیری آل سے
ہر ایک مستمند کا ماویٰ ہے تیرا در
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(۸)

تو ہے جہاں میں رشد و ہدایت کا آفتاب
ہے بزم ہست و بود کی تجھ ہی سے آب و تاب
جتنے بھی انبیاء ہیں ہوئے تجھ سے فیضیاب
عیسیٰ سے تا بہ حضرت آدم ابوالبشر
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(۹)

خود بھیجتا ہے شوق سے تجھ پر خدا سلام
حیرت میں گم ہے عقل ترا دیکھ کر مقام
قاصر ہیں تیری شان کے اظہار سے تمام
موضوع میں لغات میں الفاظ جس قدر
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(۱۰)

جبریل رہ گیا نہ ترا ساتھ دے سکا
ہمراہ تیرے جانے کا پایا نہ حوصلہ
ہے ماوریٰ سے تیرا مقام آقا ماوریٰ
تسنیم اب یہ کہہ کے سکوت اختیار کر
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

جنابِ پرویز مدیرِ طلوعِ اسلام کے نام مکتوب کا خلاصہ

از قلم جناب ابو قیصر آدم خان صاحب امیر جماعت احمدیہ مردان

جناب پرویز صاحب! یہ پاکستان اسمبلی کے مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کے فیصلہ پر آپ کی انتہائی خوشی کی وجوہات سمجھنے سے قاصر ہوں۔ مجھے بڑا اضطراب رہا۔ یہ حقیقت معلوم کرنے کے لئے کہ آپ کی یہ انتہائی خوشی آخر قرآن کریم کی کونسی آیت کی ہدایت کا نتیجہ ہے۔ آپ نے اس فیصلہ کے بعد طلوعِ اسلام اکتوبر ۱۹۷۴ء کے لمعات کی ابتدا یوں فرمائی۔

"آج کا دن میری زندگی کا مبارک ترین، شاداب ترین، حسین ترین، کامیاب ترین دن ہے۔ کہ آج میرا عمر بھر کا مشن تکمیل کی منزل تک پہنچ گیا۔ تحفظِ ناموسِ رسالت جسے ختمِ نبوت سے تعبیر کیا جاتا ہے میرے ایمان کی بنیاد اور میری زندگی کا مقصد رہا ہے۔ اور ہے۔ للہ الحمد۔ کہ میری یہ آرزو پوری ہوئی۔ میرا یہ مقصد اس شکل میں حاصل ہوا کہ مملکتِ پاکستان نے آئینی اور قانونی رو سے فیصلہ کر دیا۔ کہ ختمِ نبوت کا منکر مسلمان قرار نہیں پا سکتا اس لئے امتِ محمدیہ کا فرد تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ میرے لئے یہ دن بارگاہِ ایزدی میں ہزار ہا سجدہ شکرانہ ادا کرنے کا دن اور یہ ساعت بحضورِ رسالتمآب گلہائے تہنیت و عقیدت کرنے کی ساعت سعید ہے۔"

جناب پرویز صاحب! ایک مومن باللہ والرسول کی دائمی [illegible] خوشی کے دو مواقع میسر ہو سکتے ہیں۔ ایک موقع وہ تھا جب قرآن کریم جیسی کامل کتاب کا نزول ہوا۔ جس پر ارشاد باری تعالیٰ "فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا" شاہد ہے لیکن ظاہر ہے کہ قرآن کریم کا نزول چودہ سو سال پہلے ہو چکا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا "خاتم النبیین" ہونا امتِ محمدیہ کے لئے باعثِ صد افتخار چودہ سو سال سے چلا آ رہا ہے اور الحمد للہ کہ حضورؐ مسلسل خاتم النبیین تسلیم کئے جا رہے ہیں کیونکہ آج سے چودہ سو سال پہلے خدائے بزرگ و برتر نے حضور رسالتمآبؐ کو خاتم النبیین کے لقب سے اپنے آخری کلام شریعت (قرآن مجید) میں یاد فرمایا ہے۔ آپ کی تحریر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہی کی محنت شاقہ کی بدولت چودہ سو سال میں صرف موجودہ پاکستان اسمبلی نے مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو پہلی مرتبہ حضور پر نورؐ کو خاتم النبیین تسلیم کیا۔

حضورؐ کو کوئی خاتم النبیینؐ تسلیم کرے یا نہ کرے۔ حضورؐ چودہ سو سال سے نہیں بلکہ تخلیقِ کائنات سے پہلے سے ہی خاتم النبیینؐ تھے بقول آپ کے:۔

سے "وہ دانائے خلقت ہستی وہ معنی کونین
وہ جہانِ حسنِ ازل وہ بہارِ صبحِ وجود"

غیر معمولی خوشی کا دوسرا موقعہ وہ ہو سکتا ہے جب قرآن کریم کی رو سے "اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَ رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا" کا نظارہ سامنے ہو اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس جیسا کوئی بھی پاپی واقعہ ان دنوں نہیں ہوا بلکہ فیصلہ کی رو سے ایک حقیقی معنوں میں مسلمان گروہ کو جماعت کے (NOT MUSLIM) ہونے کا اعلان کیا گیا ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ خوشی کا مقام نہیں ہے بلکہ ایک مسلمان کے لئے رونے کا مقام ہے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں ایسا ہی واقعہ گزرا ہے کہ جب کوئی عیسائی عیسائیت کا اعلان کرتا (حالانکہ وہ پہلے سے ہی عیسائی ہوتا تھا۔ مسلمان نہیں ہوتا تھا) تو مسلمان رو پڑتے تھے (شاہکارِ رسالت مصنفہ پرویز ص ۱۵۳)

اندریں حالات میں آپ ایسے "عالم قرآن" کے اس غیر قرآنی اور جابرانہ فیصلہ پر خوشی کے اس مظاہرے کی حقیقت سمجھنے سے قاصر ہوں۔

جناب پرویز صاحب! آپ اپنے مندرجہ ذیل اقتباسات پر بھی غور فرمائیں:۔

(۵) "آپ ذرا غور کیجئے کہ دنیا کی کس مملکت میں یہ قانون رائج نہیں کہ کسی کے مذہب کا فیصلہ مملکت کرے؟ قاعدہ یہ ہے کہ اگر ایک شخص کہتا ہے کہ وہ عیسائی ہے تو مملکت اسے عیسائی تسلیم کر لیتی ہے کوئی اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے تو مملکت اسے مسلمان سمجھتی ہے مگر مملکت پاکستان نے اس مسلمہ اصول میں تبدیلی کی ہے۔"

(طلوعِ اسلام اکتوبر ۷۴ء ص ۲)

(۲) "قرآن کریم وہ غیر متبدل حدود مقرر کرتا ہے جن کے اندر رہتے ہوئے یہ حکومت اپنا کاروبار سرانجام دیتی ہے۔ خارج از قرآن جس بات کو بھی اسلام کے نام سے پیش کیا جائے اس کی صحت کے لئے قرآن کریم کو معیار قرار دیا جائے گا۔"

(طلوعِ اسلام اکتوبر ۷۴ء ص ۶)

(۳) "قرآن کریم کی رو سے ایمان کے پانچ اجزاء ہیں۔ اللہ، ملائکہ، انبیاء، کتب اور آخرت سارے قرآن میں انہی اجزاء کا ذکر ہے۔ انہی کے اقرار سے ایک شخص مسلمان ہوتا ہے اور انہی کے انکار سے کافر۔"

(شاہکارِ رسالت مصنفہ پرویز صاحب ص ۵۱۷)

مکرمی۔ اجزاءِ ایمان، اجزاء ایمان ہیں۔ یعنی اصل اصول ہیں اور وہ پانچ ہیں۔ اور اصول میں کوئی اضافہ آپ نے خود تصریح فرمایا ہے اور اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے (جو کسی صورت قابلِ تسلیم نہیں) کہ اسلامی نظام ردّ و بدل کر سکتا ہے تو کیا موجودہ حکومت، اور اس کی پارلیمان

کو آپ مجاز سمجھتے ہیں؟ جس کے متعلق آپ نے فرمایا:—

"ہماری دشواری یہ ہے کہ جب ہم اس مسئلہ پر غور کرتے ہیں تو ردّو بدل کا تصور کرتے وقت ہماری موجودہ حکومتوں کے ارباب حل و عقد ہماری نگاہوں کے سامنے آجاتے ہیں۔ اور اس تصور سے ہماری روح کانپ اٹھتی ہے کہ لوگوں کو یہ حق کیسے دے دیا جائے کہ یہ اُن احکام میں تغیر و تبدّل کر دیں کہ یہ حق صرف رسول اللہ کے جانشینوں کو پہنچتا ہے اور کسی کو نہیں۔"

(قرآنی فیصلے جلد ۱ ص۱۱۱ مصنفہ پرویز)

بالفاظ دیگر آپ موجودہ حکومت کو جانشین رسول نہیں سمجھتے۔ اس لئے جب اسلام کے دیگر احکام میں ردّو بدل کرنے کے لئے یہ پارلیمان مجاز نہیں تو اجزاء ایمان جو بقول آپ کے صرف پانچ ہیں۔ ان میں کیسے ردوبدل اور اضافے ہو سکتے ہیں؟ اور حقیقت تو یہ ہے کہ اسلام کے احکام اور خصوصیت کے ساتھ اصل اصول اسلامی یعنی اجزائے ایمان میں اضافے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اصل اصول اور اجزاء ایمان میں ردّو بدل اور چھٹے منفی جزو کے اضافہ سے آپ کی روح کیوں کانپ نہیں اٹھتی؟ جبکہ دیگر احکام میں ردوبدل کے تصور سے ہی آپ کی روح کانپ اٹھتی ہے

مزید ملاحظہ ہو آپ کا بیان :—

(۴) "آپ سوچئے کہ تصور اقبال کی عطا کردہ اس مملکت میں یہ ابلیسی پروگرام کس قدر کامیاب ہوا۔ اس وقت سارا ملک تکیوں، ڈائروں، مزاروں، درگاہوں، خانقاہوں سے اٹا ہوا ہے۔ خانقاہیت کے وہ گلشن جو مرورِ زمانہ سے خود بخود مٹتے چلے جا رہے تھے۔ اب انہیں ازسرِ نو زندہ کیا جا رہا ہے بلکہ انہیں جس قدر جاذب اور دلکش بنایا جا رہا ہے کہ لوگ ان کی طرف کشاں کشاں، رقصاں و جنباں، ہجوم در ہجوم، انبوہ در انبوہ کھنچے چلے آتے ہیں اور سال کا کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس میں ان کی رونق میں کوئی کمی آتی ہو...... اور ستم بالائے ستم کہ یہ سب کچھ خود مملکت کے زیر اہتمام کروڑوں روپیہ کے صرف سے انجام پاتا ہے۔"

(طلوع اسلام۔ مئی ۱۹۷۸ء)

(۵) "ایک المناک لطیفہ بھی سن لیجئے۔ فروری ۱۹۷۴ء میں چوٹی کی کانفرنس مسلم سربراہوں کی لاہور میں ہوئی تھی۔ اس کی تیاریوں کے دنوں میں لاہور کی ایک مقامی کلب کے نوٹس بورڈ پر یہ خوشخبری دی گئی تھی کہ بحکم پنجاب گورنمنٹ فلاں فلاں قسم کی اعلیٰ شراب اب ممبران کو نہیں دی جائے گی کیونکہ وہ سب اسلامی سربراہی کانفرنس کے موقعہ پر

استعمال ہوتی ہے۔"

(طلوعِ اسلام جنوری ۱۹۷۶ء)

مکرم پرویز صاحب! آپ کے اپنے بیانات کی رُو سے ثابت ہے کہ:۔

(۱) ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کا فیصلہ قرآن کریم کے نصوص صریحہ اور منشاء کے خلاف ہے اور نیز دنیا کے کسی مملکت کے قانون کے مطابق بھی نہیں۔ اس لئے اس قابل نہیں کہ اس پر خوشی منائی جائے۔

(۲) قرآن کریم کی رو سے اجزاء ایمان پانچ ہیں۔ ان میں اضافہ کرنے کا کسی کو حق حاصل نہیں۔ نہ نظامِ اسلامی کو اور نہ خلافتِ راشدہ کو۔ کیونکہ یہ اصل اصول ایمان ہیں اور اسی وجہ سے آپ نے خود "ایمان بالقدر" جو جزوِ ایمان تسلیم کیا جاتا رہا ہے۔ کو غیر قرآنی قرار دے کر اجزاء ایمان سے خارج کر دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو آپ کی تصنیف شاہکارِ رسالت ص۲۸۵)

(۳) اجزاء ایمان اصل اصول ہیں۔ فروعی مسائل میں سے نہیں تا کوئی اسلامی نظام یعنی خلافت علیٰ منہاج النبوت بھی اس میں حک و اضافہ کرنے کی مجاز ہو۔

(۴) موجودہ حکومت کو یہ حق بقول آپ ہی کے ہرگز نہیں دیا جا سکتا۔

لہٰذا آپ کو قرآن اور اسلام کا دلدادہ سمجھ کر میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ آپ کی یہ انتہائی خوشی کس بناء پر ہے؟

اِک نظر کوئی اِدھر بھی ڈالے

محترم عبدالمنان صاحب ناہید

ہیں لہو رنگ چمن میں لالے
اِک نظر کوئی اِدھر بھی ڈالے

دَورِ آزادیٔ اظہارِ ضمیر
آج بھی میرے لبوں پر تالے

عرش کے پائے ہیں لرزاں لرزاں
ہائے مظلوم دِلوں کے نالے

ظلم کیا اور چلے گا کچھ دِن
عنکبوت اور تنے گی جالے

زہر ہے زہر ہے کمزور پہ ظلم
زہر کھانا ہے تو کھانے والے

دھوکہ دے جاتے ہیں اکثر ناہید
کتنی معصوم نگاہوں والے

★

"ختمِ نبوت کے انکار پر تبلیغی جماعت اور قادیانی جماعت کا اتفاق"

ایک عالم جناب مولوی ارشد القادری عنوانِ بالا کے ماتحت لکھتے ہیں:-

"(الف) وہ (قادیانی) سرکارِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا انکار نہیں کرتے بلکہ خاتم النبیین کے اس معنی کا انکار کرتے ہیں جو عام مسلمانوں میں رائج ہیں اور اسی انکار پر انہیں ختمِ نبوت کا منکر کہا جاتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ خاتم النبیین کا وہ کونسا معنی ہے جو عام مسلمانوں میں رائج ہے اور سب سے پہلے اس معنی کا انکار کس نے کیا ہے؟ تو اسی سلسلہ میں پھر قادیانی کتاب کی ایک عبارت پڑھیئے۔ لکھتے ہیں:- تمام مسلمان فرقوں کا اس پر اتفاق ہے کہ سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں کیونکہ قرآن مجید کی نص وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ میں آپ کو خاتم النبیین قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس امر پر بھی تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے لفظ خاتم النبیین بطور مدح وفضیلت ذکر ہوا ہے۔ اب سوال صرف یہ ہے کہ لفظ خاتم النبیین کے کیا معنے ہیں؟ یقیناً اس کے معنے ایسے ہی ہونے چاہئیں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور مدح ثابت ہو۔ اسی بناء پر حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند نے عوام کے معنوں کو نادرست قرار دیا ہے آپ تحریر فرماتے ہیں:- "عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیائے سابق کے زمانے کے بعد ہے اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہلِ فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم اور تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ رسالہ تحذیر الناس صہ۳" (رسالہ خاتم النبیین کے بہترین معنی صہ۲ شائع کردہ قادیان) قادیانی کتاب کی مذکورہ بالا عبارت سے چند باتیں معلوم ہوئیں جو درج ذیل ہیں:-

(۱) پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند کی صراحت کے مطابق "خاتم النبیین" کے لفظ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو "آخری نبی" سمجھنا معاذ اللہ بے سمجھوں کا خیال ہے۔ سمجھدار لوگ خاتم النبیین کے لفظ سے حضور کو آخری نبی نہیں مانتے۔ انہی سمجھداروں میں ایک سمجھدار مولانا نانوتوی بھی ہیں۔ (۲) دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اس معنی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے یعنی حضور کے آخری نبی ہونے کا سب سے پہلے مولانا نانوتوی نے انکار کیا ہے کیونکہ قادیانی جماعت کے لوگ اس سلسلے میں نانوتوی صاحب ہی کو اپنا امام مانتے ہیں۔ اگر انہوں نے انکار میں پہل کیا ہوتا تو وہ نانوتوی صاحب کی پیروی کا دعویٰ ہرگز نہ کرتے جیسا کہ ایک قادیانی مصنف نے نہایت صفائی کے ساتھ اپنی کتاب میں اس کا اعتراف کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:- "جماعت احمدیہ خاتم النبیین کے معنوں اور تشریح میں اسی مسلک پر قائم ہے جو ہم نے سطور بالا میں جناب مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کے حوالہ جات سے ذکر کیا ہے" (افاداتِ قاسمیہ صہ۱۶) (۳) اور تیسری

طرز استدلال میں پوری یکسانیت ہے۔ وہاں بھی حضور پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان کا سہارا لیا گیا ہے اور یہاں بھی مقام مدح کہہ کر حضور ہی کی عظمت و برتری کی بنیاد بنایا جا رہا ہے۔ وہاں بھی کہا گیا ہے کہ یہ معنی عوام میں رائج ہے اور یہاں بھی کہہ رہے ہیں کہ یہ معنی عوام کے خیال میں ہے" (ب) پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا انکار کرنے کی وجہ سے اگر قادیانی جماعت کو منکر ختم نبوت کہنا امر واقعہ ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ اسی انکار کی بنیاد پر تبلیغی جماعت (دیوبندی جماعت) کو بھی منکر ختم نبوت نہ قرار دیا جائے۔

غور فرمایئے! جب تبلیغی جماعت کے یہاں بھی بغیر کسی شرعی قباحت کے حضورؐ کے بعد کوئی نیا نبی پیدا ہو سکتا ہے تو قادیانی جماعت کا اس سے زیادہ کیا قصور ہے کہ جو چیز تبلیغی جماعت کے نزدیک ممکن تھی اسے انہوں نے واقع بنا لیا۔ اصل کفر تو نئے نبی کے امکان کے عقیدے سے ہے وابستہ تھا جب معاذ اللہ وہی کفر نہ رہا تو اب کسی نئے مدعی نبوت کو باز رکھنے کا ہمارے پاس کیا ذریعہ رہا۔ اس لئے بنیادی سوال کے لحاظ سے تبلیغی جماعت اور قادیانی جماعت کے درمیان کوئی جوہری فرق نہیں ہے۔ اگر تبلیغی جماعت کے لوگوں کو اختلاف ہو تو میں ان سے مطالبہ کروں گا کہ وہ کھلے بندوں یہ اعلان کر دیں کہ تحذیر الناس ان کی کتاب نہیں ہے یا عوام میں حضورؐ کے آخری نبی ہونے کو عوام کا خیال کہہ کر جو نادرست بتایا گیا ہے وہ اس نئے عقیدے سے متفق نہیں ہیں اور اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے تو اسلامی دنیا کا جو الزام قادیانی جماعت پر ہے وہی الزام تبلیغی جماعت پر بھی ثابت ماننا پڑے گا"

(کتاب تبلیغی جماعت حقائق و معلومات کے اجالے میں۔ مؤلفہ علامہ ارشد القادری مدیر جام نور جمشید پور صفحہ ۱۲۲ تا ۱۲۷ ناشر [illegible])

خورشید یونانی دواخانہ
اور
حکیم خورشید احمد ممتاز الاطباء رجسٹرڈ طبیب درجہ اول (A)
اپنی جملہ طبی ضروریات اور طبی مشورہ کے لئے شفاخانہ
اور مطب کی طرف رجوع فرمائیں
مطب
منیجر خورشید یونانی دواخانہ و مطب گول بازار ربوہ فون ۵۳۸

(قسط ۱)

حفاظتِ قرآنِ مجید پر

مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات

محترم جناب میجر منظور احمد صاحب ریٹائرڈ ساہیوال

تمہید

۱۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی زندگی جس میں درحقیقت اس عہد کی پوری تاریخ اسلام آجاتی ہے۔ اس قدر تفصیل اور شرح و بسط کے ساتھ لکھی ہوئی محفوظ ہے کہ گویا وہ پورا زمانہ ایک فلڈ لائیٹ کے نیچے ہے جس سے حضور پُرنور کی زندگی کا کوئی گوشہ اور کوئی جزوی سے جزوی تفصیل بھی نظروں سے اوجھل نہیں ہو سکتی۔ کسی بھی اور بانیٔ مذہب کی زندگی کے حالات اور کسی بھی مذہب کے آغاز کی تفصیلات اس طرح مکمل طور پر ریکارڈ نہیں ہوئیں۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے پورے تعصّب اپنی پوری بددیانتی اور اپنی پوری نام نہاد علمی تحقیق کے باوجود قرآن کریم کے متن کے متعلق مستشرقین کو یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہ ہوا کہ موجودہ قرآن کریم وہی قرآن ہے جو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلّم کے وقت میں تھا۔ کچھ تھوڑا بہت Textual criticism یعنی متن پر تنقید انہوں نے ضرور کی ہے جیسے آپ آگے چل کر ملاحظہ فرمائیں گے۔ مگر اس کے بعد بالآخر وہ اس قسم کے جملے کہنے پر بھی مجبور ہو گئے کہ بایں ہمہ۔

> "Modern study of Quran has not in fact raised any serious question of its authenticity" (Bell)

یعنی حقیقت یہ ہے کہ قرآن شریف کے متعلق جدید مطالعاتی کاوشیں اس کی صحت کے بارے میں کوئی بھی وزنی اعتراض نہیں اٹھا سکیں۔

(An introduction to Holy Quran)

۲۔ اہلِ اسلام کے عقیدے کے بموجب قرآن کریم کی

حفاظت، اس کا جمع کرنا اور اس کی تشریح بیان کرنا خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے جیسا کہ قرآن کریم کی متعدد آیات سے ظاہر ہے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم کے نزول کے وقت اور اس کے بعد ایسے انتظامات ہوتے چلے گئے اور ایسے فول پروف یعنی غلطی سے مبرا طریقے عمل میں لائے جاتے رہے کہ حفاظت قرآن مجید کا الٰہی وعدہ لفظاً لفظاً پورا ہوا۔

۳۔ اہل اسلام صحت قرآن کے بارے میں اس قدر حساس واقع ہوئے ہیں اور اس قدر حزم و احتیاط سے کام لیتے ہیں کہ آج قریباً ساڑھے تیرہ سو (۱۳۵۰) سال گزرنے پر بھی جزائر برطانیہ سے لے کر آسٹریلیا تک اور مغربی افریقہ سے انڈونیشیا تک چھپا ہوا قرآن کریم کی عبارت میں سر مو فرق نہ پاؤ گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ترین زمانے کا قرآن مجید جسے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی شہادت کے وقت تلاوت فرما رہے تھے آج بھی تاشقند کے عجائب گھر میں محفوظ ہے اور اس میں آیت فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ پر خون کے دھبے موجود ہیں۔ دوسرا نسخہ استنبول میں ہے جسے راقم الحروف کے ایک دوست خود دیکھ چکے ہیں۔ تاشقند والا نسخہ مولانا عبدالحامد بدایونی مرحوم بچشم خود دیکھ چکے ہیں۔ استنبول والا نسخہ جنگ عظیم اول کے بعد معاہدۂ ورسیلز کے حصہ سوم باب دوم دفعہ ۲۴۶ کے تحت شاہ حجاز کو لوٹایا گیا تھا۔ اس معاہدے کے الفاظ اس نسخہ کے حقیقی صحیفہ عثمانؓ ہونے پر روشنی ڈالتے ہیں:—

"Within six months from the coming into force of the present treaty, Germany will return to His Majesty the King of Hedjaz, the original Quran of caliph Osman whitch was removed from Madina by Turkish authorities."

کسی زمانہ میں یہ صحیفہ قیصر جرمنی کو تحفۃً دے دیا گیا تھا اور واپس آنے کے بعد پھر کسی طرح ترکیہ میں پہنچ گیا۔

(سیارہ ڈائجسٹ۔ قرآن نمبر)

یہ ایسی زبردست واتفاقی شہادتیں ہیں جو کسی اور مذہبی کتاب کو میسر نہیں۔

۴۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں مسلمانوں کو صحت قرآن کا کس قدر خیال رہتا تھا اس کا اندازہ صحیح بخاری اور مسلم میں مندرج اس روایت سے ہو سکتا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ ایک دفعہ نماز میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہشام ابن حکیم کے سورۃ الفرقان پڑھنے میں کچھ فرق محسوس ہوا۔ نماز ختم ہوتے ہی حضرت عمرؓ ہشام کو انہی کی چادر میں کس کر کھینچتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور لے گئے اور جب تک تصدیق نہ کر لی چین نہ پایا۔

قرآنِ کریم کے متعلق کچھ بنیادی باتیں

۵- قرآن کریم کا نزول مبارک رمضان شریف ۶۱۰ئہ کے لگ بھگ پہلی بار مکہ مکرمہ کے قریب غارِ حرا میں ہوا جو کہ سورۃ علق کی پہلی پانچ آیات تھیں۔ تدوین قرآن کے لحاظ سے یہ چھیانویں ۹۶ سورۃ ہے پھر تھوڑا تھوڑا کر کے عرصہ تیئیس ۲۳ برس میں پورا قرآن کریم نازل ہوا۔ آخری آیت کے متعلق کچھ اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک یہ آیت شریفہ سورۃ بقرہ کی دوسو بیاسی ۲۸۲ دیں آیت وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللهِ ہے اور بعض کے نزدیک حجۃ الوداع کے فوراً بعد نازل ہونے والی سورہ مائدہ کی اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ والی آیت ہے جو تقریباً ۶۳۲ئہ میں نازل ہوئی۔ پورے زمانۂ نبوت میں جو تقریباً سات ہزار نو سو ستتر ۷۹۷۷ دنوں پر پھیلا ہوا تھا چھ ہزار دوسو چھتیس ۶۲۳۶ آیات نازل ہوئیں۔ گویا اوسطاً ایک آیت یومیہ سے بھی کم۔ بعض اوقات زیادہ آیات آتی تھیں اور بعض دن بالکل خالی جاتے تھے۔

۶- ذیل میں دو نقشے دیئے جاتے ہیں جن سے ترتیب نزول اور تدوین قرآن کریم کے تقابلی جائزہ میں کچھ مدد ملیگی اور یہ بھی کہ مستشرقین کا یہ کہنا کہ لمبی لمبی سورتیں پہلے رکھ دی گئی ہیں اور چھوٹی چھوٹی آخر میں رکھ دی گئی ہیں۔ غلط ثابت ہو جاتا ہے۔ ترتیب نزول مولوی محمد علی صاحب مرحوم کے انگریزی ترجمہ قرآن سے لی گئی ہے۔ اس میں مکی و مدنی سورتوں کے تعین میں بعض قرآنی نسخوں سے چار سورتوں کا اختلاف ہے۔ مولوی صاحب نے آخری دو سورتوں کو مکی قرار دیا ہے

نقشہ ترتیبِ سُوَر

نمبر شمار	سورۃ	مکی یا مدنی	تعداد آیات
(۱)	فاتحہ	مکی	۷
(۲)	بقرہ	مدنی	۲۸۶
(۳)	آلِ عمران	مدنی	۲۰۰
(۴)	نسآء	مدنی	۱۷۷
(۵)	مائدہ	مدنی	۱۲۰
(۶)	انعام	مکی	۱۶۶
(۷)	اعراف	مکی	۲۰۶
(۸)	انفال	مدنی	۷۵
(۹)	توبہ	مدنی	۱۲۹
(۱۰)	یونس	مکی	۱۰۹
(۱۱)	ھود	مکی	۱۲۳
(۱۲)	یوسف	مکی	۱۱۱
(۱۳)	رعد	مدنی	۴۳
(۱۴)	ابراھیم	مکی	۵۲
(۱۵)	حجر	مکی	۹۹
(۱۶)	نحل	مکی	۱۲۸
(۱۷)	بنی اسرائیل	مکی	۱۱۱
(۱۸)	کہف	مکی	۱۱۰
(۱۹)	مریم	مکی	۹۸
(۲۰)	طٰہٰ	مکی	۱۳۵

(۲۱)	انبیاء	مکی	۱۱۲	(۴۶)	احقاف	مکی	۳۵	(۷۱)	نوح	مکی	۲۸
(۲۲)	حج	مدنی	۷۸	(۴۷)	محمد	مدنی	۳۸	(۷۲)	جن	مکی	۲۸
(۲۳)	مومنون	مکی	۱۱۲	(۴۸)	فتح	مدنی	۲۹	(۷۳)	مزمل	مکی	۲۰
(۲۴)	نور	مدنی	۶۴	(۴۹)	حجرات	مدنی	۱۸	(۷۴)	مدثر	مکی	۵۶
(۲۵)	فرقان	مکی	۷۷	(۵۰)	قٓ	مکی	۴۵	(۷۵)	قیامۃ	مکی	۴۰
(۲۶)	شعراء	مکی	۲۲۷	(۵۱)	ذاریٰت	مکی	۶۰	(۷۶)	دھر	مکی	۳۱
(۲۷)	نمل	مکی	۹۳	(۵۲)	طور	مکی	۴۹	(۷۷)	مرسلٰت	مکی	۵۰
(۲۸)	قصص	مکی	۸۸	(۵۳)	نجم	مکی	۶۲	(۷۸)	نباء	مکی	۴۰
(۲۹)	عنکبوت	مکی	۶۹	(۵۴)	قمر	مکی	۵۵	(۷۹)	نٰزعٰت	مکی	۴۶
(۳۰)	روم	مکی	۶۰	(۵۵)	رحمٰن	مکی	۷۸	(۸۰)	عبس	مکی	۴۲
(۳۱)	لقمٰن	مکی	۳۴	(۵۶)	واقعہ	مکی	۹۶	(۸۱)	تکویر	مکی	۲۹
(۳۲)	سجدہ	مکی	۳۰	(۵۷)	حدید	مدنی	۲۹	(۸۲)	انفطار	مکی	۱۹
(۳۳)	احزاب	مدنی	۷۳	(۵۸)	مجادلہ	مدنی	۲۲	(۸۳)	مطففین	مکی	۳۶
(۳۴)	سبا	مکی	۵۴	(۵۹)	حشر	مدنی	۲۴	(۸۴)	انشقاق	مکی	۲۵
(۳۵)	فاطر	مکی	۴۵	(۶۰)	ممتحنہ	مدنی	۱۳	(۸۵)	بروج	مکی	۲۲
(۳۶)	یٰسین	مکی	۵۴	(۶۱)	صف	مدنی	۱۴	(۸۶)	طارق	مکی	۱۷
(۳۷)	صٰفٰت	مکی	۸۸	(۶۲)	جمعہ	مدنی	۱۱	(۸۷)	اعلیٰ	مکی	۱۹
(۳۸)	صٓ	مکی	۲۳	(۶۳)	منٰفقون	مدنی	۱۲	(۸۸)	غاشیہ	مکی	۲۶
(۳۹)	زمر	مکی	۷۵	(۶۴)	تغابن	مدنی	۱۸	(۸۹)	فجر	مکی	۳۰
(۴۰)	مومن	مکی	۸۵	(۶۵)	طلاق	مدنی	۱۲	(۹۰)	بلد	مکی	۲۰
(۴۱)	حٰمٓ سجدہ	مکی	۵۴	(۶۶)	تحریم	مدنی	۱۳	(۹۱)	شمس	مکی	۱۵
(۴۲)	شوریٰ	مکی	۵۳	(۶۷)	مُلک	مکی	۳۰	(۹۲)	لیل	مکی	۲۱
(۴۳)	زخرف	مکی	۸۹	(۶۸)	قلم	مکی	۵۲	(۹۳)	ضحیٰ	مکی	۱۱
(۴۴)	دخان	مکی	۵۹	(۶۹)	حاقہ	مکی	۵۲	(۹۴)	الم نشرح	مکی	۸
(۴۵)	جاثیہ	مکی	۳۷	(۷۰)	معارج	مکی	۴۴	(۹۵)	تین	مکی	۸

(۹۶) علق	مکی	۱۹
(۹۷) قدر	مکی	۵
(۹۸) بینّٰت	مکی	۸
(۹۹) زلزال	مکی	۸
(۱۰۰) العٰدیٰت	مکی	۱۱
(۱۰۱) قارعہ	مکی	۱۱
(۱۰۲) تکاثر	مکی	۸
(۱۰۳) عصر	مکی	۳
(۱۰۴) ھُمزہ	مکی	۹
(۱۰۵) فیل	مکی	۵
(۱۰۶) قریش	مکی	۴
(۱۰۷) ماعون	مکی	۷
(۱۰۸) کوثر	مکی	۳
(۱۰۹) کافرون	مکی	۶
(۱۱۰) نصر	مدنی	۳
(۱۱۱) لھب	مکی	۵
(۱۱۲) اخلاص	مکی	۴
(۱۱۳) فلق	مکی	۵
(۱۱۴) النّاس	مکی	۶

مکی سورتیں	=	۸۸
مدنی "	=	۲۶
کل	=	۱۱۴

نقشہ ترتیب نزول

(۱) شروع مکہ کا زمانہ - ۶۰ سورتیں - ۱، ۷ تا ۲۱، ۵۰ سے ۵۶، ۶۷، ۶۹ سے ۱۰۷، ۱۱۱ سے ۱۱۴،

(۲) مکہ کا درمیانی زمانہ - ۱۷ سورتیں - ۲۹ سے ۳۲، ۳۴ سے ۴۶،

(۳) مکہ کا آخری زمانہ - ۱۵ سورتیں - ۶، ۷، ۱۰ سے ۱۴، ۲۲، ۲۳، ۲۵ سے ۲۸،

کل مکی سورتیں = ۹۲

(۴) ہجرت کے بعد پہلے دو سال - ۶ سورتیں

۲، ۸، ۴۷، ۶۱، ۶۲، ۶۴

(۵) ہجرت کے بعد تیسرا اور چوتھا سال - ۳ سورتیں۔

۳، ۵۸، ۵۹

(۶) ہجرت کے پانچویں سے آٹھویں سال تک، ۹ سورتیں

۴، ۵، ۲۴، ۳۳، ۴۸، ۵۷، ۶۰، ۶۳، ۶۵

(۷) ہجرت کے نویں اور دسویں سال میں - ۴ سورتیں۔

۹، ۴۹، ۶۶، ۱۱۰

کل مدنی سورتیں = ۲۲

نوٹ:- مکی اور مدنی سورتوں کے تعین میں اختلاف ہے مولوی محمد علی صاحب مرحوم نے کچھ مدنی سورتوں کو مکی قرار دیا ہے۔

مستشرقین حضرات کی کاوشیں

۷- جب ہم حفاظتِ قرآن مجید پر مستشرقین کے اعتراضات کو سامنے رکھتے ہیں تو ہمیں یہ بات ذہن میں

رکھنی پڑے گی کہ یہ صاحبان قرآن کریم کو الہامی کتاب نہیں مانتے۔ لہٰذا ان کے اعتراضات کی پوری عمارت اس مفروضہ پر قائم ہے کہ قرآن کریم کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے نعوذ باللہ خود یا دوسروں کی مدد سے تصنیف کیا ہے اس لئے کہیں وہ یہ ثابت کرنے کی کوشش میں نظر آتے ہیں کہ یہ عرب میں مروّجہ کاہنوں کے طرز کلام کا چربہ اور عربوں کے زبان زد قصوں پر مبنی ہے جیسے عاد، ثمود، لقمان اور جن وغیرہ (ریچرڈ بیل اور ملیپ حتّی) اور کہیں یہ کہ مدنی زندگی میں یہود اور نصاریٰ سے خلا ملا کے نتیجہ میں تورات اور انجیل میں بیان شدہ انبیاء کے حالات اور تعلیمات لے کر قرآن کریم میں درج کر لی گئی ہیں (کلیسا تودا، نولڈیکے، راڈویل) یہ لوگ محض مکی اور مدنی آیات کے تعین میں مغز ماری کرتے رہے۔ کہیں "سٹائیل" اور کہیں "اندرونی شہادت" کے اصول وضع کرنے میں سرگرداں رہے۔ حالانکہ بقول حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان مستشرقین کا زبان عربی کا مبلغ علم مسجد کے ایک عام ملّا کے برابر بھی نہیں اور بنتے ہیں بڑے ادیب،

۸۔ اصل میں چونکہ اہل مغرب میں اسماء الرّجال نام کا کوئی علم رائج نہیں اس لئے روایتوں کا اصولِ درایت اور نقد و نظر کے مطابق چھان پھٹک کرنے کا ان کے ہاں دستور ہی نہیں (اگرچہ ولیم میور نے دیباچۂ قرآن میں اس کا ذکر کیا ہے) کوئی ضعیف سے ضعیف روایت کہیں پر بھی نظر پڑی، بس اسے لے اُڑے اور اس پر اپنے Pre-conceived ideas یعنی قبل ازیں قائم شدہ مفروضات کی عمارت بنا ڈالی۔ بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ ان کی نظریں رہتی ہی ایسی روایات کی تلاش میں ہیں مثلاً سورۃ نجم ہی مبیّنہ طور پر شیطانی وحی کی آمیزش کا قصّہ، سر ولیم میور، نولڈیکے اور شوالی وغیرہ بخاری شریف کی چار ہزار منتخبہ احادیث سے مطمئن نہ ہو سکے اور اپنی تصانیف کو واقدی، زرقانی، ہشامی، مولودنامہ اور معراج نامہ جیسی قصوں کی کتابوں پر مبنی کیا حالانکہ خود مسلمان انہیں رد کر چکے ہیں۔ سه

کاش جانت میں عرفاں داشتے
کاش سینت تخم حق را کاشتے

مضمون کا پس منظر

۹۔ مجموعی طور پر مستشرقین نے قرآن کریم کے موجودہ متن کو اجمالاً محفوظ ہی قرار دیا ہے (اس کے حوالے خاکسار مضمون کے آخر میں درج کرے گا) مگر جزوی طور پر مختلف آیات، مختلف سورتوں، قراءتوں اور جمع القرآن کے طریقوں پر بہت اعتراض کئے ہیں۔ ان کا جواب دینا لازمی ہے کیونکہ بالواسطہ ان اعتراضات کی زد حفاظتِ قرآن پر ہی پڑتی ہے۔ خاکسار نے اس مضمون کو سات حصّوں میں تقسیم کیا ہے جو کہ ذیل میں درج ہیں۔ ہر حصّے کے متعلّقہ اعتراضات اور ان کے جوابات متعلقہ حصّے میں آتے جائیں گے:-

(الف) طریقِ وحی اور جمع القرآن
(ب) قراءتوں کو ہم آہنگ کرنا
(ج) آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم پر قرآن کریم خود تصنیف کرنے اور کسی سے لکھوانے کا الزام

(ص) متفرق سُوَر اور آیات پر اعتراضات
(ر) حفاظت قرآن مجید کے بارے میں اقدامات
(س) مستشرقین کی آراء
(ش) خلاصۂ کلام

طریق وحی

۱- امام احمد بن حنبلؒ اپنی مُسند میں عَنْ عروہؓ عَنْ عائشہؓ روایت کرتے ہیں کہ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رؤیائے صادقہ ہوتے تھے جو سپیدۂ سحر کی طرح مصفا طور پر پورے ہو جاتے تھے۔ اس پر آپ کو خلوت گزینی کا ذوق اور عبادت کی لگن پیدا ہوئی اور حضور نے غارِ حرا میں جانا شروع کیا۔ جہاں پہلی بار سورۂ علق کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔ صحیح مسند بخاری کتاب بدء الوحی میں بروایت حضرت عائشہ مرقوم ہے کہ حارث بن ہشام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ! آپ کے پاس وحی کس طرح آیا کرتی ہے؟ تو رسول اللہؐ نے جواب دیا۔ کبھی تو گھنٹی کی جھنکار کی مانند (صلصلة الجرس) وہ میرے پاس آتی ہے اور یہ وحی مجھ پر سخت ترین ہوتی ہے اور وہ مجھ سے ایسی حالت میں جُدا ہوتی ہے کہ جو اُس نے کہا ہوتا ہے میں اسے ذہن نشین کر چکا ہوتا ہوں اور کبھی فرشتہ آدمی کی شکل میں مجھ سے باتیں کرتا ہے اور جو وہ کہتا ہے میں اسے ذہن نشین کئے جاتا ہوں۔ اسی طرح ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ساتھ ساتھ حضورؐ ہونٹ بھی ہلاتے جایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ سخت سردی میں بھی وحی آنے پر آپؐ کو پسینہ آ جاتا تھا۔ (ہونٹ ہلانے والی روایت میں اختلاف ہے)

پہلا اعتراض ۱۔ انگروشٹین لوکاک نے اپنی کتاب *Historial Arabians* میں ایک روایت درج کی ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک کبوتر سدھا رکھا تھا جو آپ کے کانوں میں آ کر چونچ ڈال دیتا تھا گویا اس سے لوگوں کو روح القدس کی آمد کھلانا مقصود ہوتا تھا۔ اسی روایت کے متعلق ایک اور مستشرق John Devonport نے اپنی کتاب *An apology for Muhammad and the Quran* میں لکھا ہے۔ جب گروتیئس سے پوچھا گیا کہ اس روایت کا منبع کیا ہے تو وہ نہ بتا سکے (بحوالہ آربری) راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ یہ روایت غالباً کسی نیم خواندہ پادری کی وضع کی ہوئی معلوم ہوتی ہے کیونکہ انجیل کی رو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر روح القدس کبوتر کی شکل میں نازل ہوتا تھا۔ لہٰذا اسی پر قیاس کرتے ہوئے اس نے یہ من گھڑت بات بنالی حالانکہ حضور علیہ السلام پر جبریل علیہ السلام کا تین شکلوں پر آنا ثابت ہے پہلے پہل غارِ حرا میں ایک خوبصورت نوجوان کی صورت میں۔ پھر مدینہ میں فترتِ وحی کے بعد ایک عظیم اور وسیع شکل پر جو پورے آسمان پر محیط تھی اور اس کے بعد آپؐ کے ایک خوبرو پڑوسی دحیہ کلبیؓ کی صورت پر (بخاری۔ کتاب بدء الوحی اور کتاب التعبیر)

دوسرا اعتراض ۲۔ بعض مصنفین کا دوسرا اعتراض طریق وحی پر ہے کہ واقعہ بدء الوحی ایک خواب تھا۔ ناظرین! اس اعتراض کو جھٹلانے کیلئے

اوپر بیان کی ہوئی حضرت عائشہؓ کی روایت ہی کافی ہے کہ پہلے حضورؐ کو رویائے صادقہ ہوا کرتے تھے۔ پھر وحی فرشتہ کے ذریعہ آئی۔ خواب والی روایت ابن ہشام کی ہے معترضین نے بخاری اور مسند احمد بن حنبلؒ کی روایات کو چھوڑ کر ابن ہشام کی درج کردہ روایت کا سہارا لیا ہے جو ان کی صریح بدنیانتی ہے پھر بعض مستشرقین جن میں نولڈکے اور دوسرے پیش پیش ہیں۔ فرماتے ہیں کہ یہ محمدؐ صاحبؐ کو نعوذ باللہ ایک قسم کا جنون تھا یا epilepsy کی قسم کی کوئی بیماری تھی جس میں ایسے نظارے نظر آجاتے تھے جنہیں وہ فرشتے کا نزول اور وحی سمجھ لیتے تھے۔

حضرات! اگر ایسے نظاروں میں عظیم الشان واقعات کی پیش خبریاں مل جائیں جو اپنے وقت پر نہایت صفائی سے پوری ہو جائیں اور اگر ایسی کوئی بیماری ہے جس کے دوروں میں ایک اعلیٰ درجے کی روحانی۔ اخلاقی۔ معاشرتی اور اقتصادی تعلیم بنی نوع انسان کو مل جائے تو ایسے جنون اور ایسی بیماری پر ہزار خردمندی اور ہزار صحتیں قربان! کلبوں میں ناچ رنگ اور نائو ونوش کے بعد نیند آور گولیاں کھا کر سو جانے والے کیا جانیں کہ کشف ورؤیا، اور وحی والہام کیا ہوتے ہیں!

جمع القرآن

۳۱۔ حضرات! پہلے بتایا جا چکا ہے کہ قرآن کریم آنحضرتؐ پر یکبارگی نازل نہیں ہوا بلکہ ایک سے بھی کم آیت یومیہ کی اوسط سے اترا اور تئیس برس میں مکمل ہوا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا طریق تھا کہ جوں ہی کوئی آیت نازل ہوتی حضورؐ کسی کاتب کو بلوا کر اسے لکھوا دیتے، سورۃ اور اس میں آیت کا مقام وحی کی ہدایت سے ہی بتا دیتے۔ پھر چار پانچ صحابہؓ کو حفظ بھی کروا دیتے خود قرآن کریم سے بھی یہی ثابت ہے جیسا کہ فرمایا:-

وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ
اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ
بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔ (فرقان ۶)

یعنی وہ کہتے ہیں یہ تو پہلوں کی کہانیاں ہیں جنہیں اس (محمدؐ) نے لکھ لیا ہے (یا لکھوا لیا ہے) اور وہی صبح و شام اس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں (یا املا کروائی جاتی ہیں۔ تملیٰ علیہ)

اس بارے میں کئی احادیث بھی وارد ہوئی ہیں۔ بخوف طوالت صرف دو احادیث کا ترجمہ لکھتا ہوں:-

"ابن عباسؓ (جو کہ آنحضرتؐ کے چچازاد بھائی تھے) فرمایا کرتے تھے کہ آنحضرتؐ پر جب کوئی آیات نازل ہوتی تھیں۔ تو آنحضورؐ اپنے کاتبان وحی میں سے کسی کو بلوا کر ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ان آیات کو فلاں سورۃ میں فلاں جگہ لکھ دو اور اگر ایک ہی آیت اترتی تو پھر بھی اسی طرح کسی کاتب کو بلوا کر اور جگہ بتا کر تحریر کروا دیتے تھے۔"

(ترمذی، ابوداؤد بحوالہ مشکوٰۃ الباب فضائل القرآن)

واضح رہے کہ یہ روایت ابن عباسؓ نے حضرت

عثمانؓ بن عفان کی زبانی بیان کی ہے جو خود بھی کاتبِ وحی رہے ہیں۔ دیگر معروف کاتبان حضرات ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، زبیر بن العوامؓ، شرحبیل بن حسنہؓ، عبداللہ بن رواحہؓ، ابی ابن کعبؓ اور زید بن ثابتؓ تھے (بخاری باب القراء)

یہ اصحاب کس شان اور کس پایہ کے تھے اس کے لئے قرآن کریم کی یہ آیت ملاحظہ ہو:۔

"کَلَّا اِنَّھَا تَذْکِرَۃٌ فَمَنْ شَآءَ
ذَکَرَہٗ فِیْ صُحُفٍ مُّکَرَّمَۃٍ
مَّرْفُوْعَۃٍ مُّطَھَّرَۃٍۭ بِاَیْدِیْ
سَفَرَۃٍ کِرَامٍۭ بَرَرَۃٍ" (عبس ۱۲/۱)

سنو! یہ ایک نصیحت ہے پس جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے یہ با عزت اور اونچی شان والے پاک صحیفوں میں ہے جو کہ بڑے درجہ کے نیکوکار لکھنے والوں اور دور دراز کے سفر کرنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں۔

ایک دوسری حدیث ہے:۔

"ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ سورۃ کا علیحدہ ہونا نہیں جانتے تھے جب تک کہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نازل نہ ہو" (ابوداؤد)

یہاں یہ بات بھی ضمنی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہر سورۃ کا حصہ ہے۔

پہلا اعتراض ہمارا نزولِ قرآن کے بارے میں ایک قول ہے کہ چونکہ یہ تھوڑا تھوڑا کر کے [illegible]

لوگوں کے سامنے لایا گیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ محمدؐ کا خود تصنیف کردہ ہے جو حسبِ ضرورت آیات بنا کر لوگوں کے سامنے [illegible] کرتے تھے۔

حضور [illegible] پر اعتراض [illegible] نیا نہیں بلکہ ہوتا تھا مستشرقین [illegible] کوئی [illegible] نہیں لائے۔ چنانچہ سورۃ فرقان آیت ۳۳ میں آیا ہے [illegible]

"وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْلَا
نُزِّلَ عَلَیْہِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَۃً
وَّاحِدَۃً"

یعنی کفار کہتے ہیں کہ قرآن اس رسولؐ پر ایک ہی دفعہ کیوں نازل نہیں کیا گیا؟

اس کا جواب قرآن کریم کے الفاظ میں ہی سنئے:۔

"کَذٰلِکَ لِنُثَبِّتَ بِہٖ
فُؤَادَکَ"

یعنی یہ اسی طرح ہی آنا چاہیئے تا کہ اس طرح سے ہم تیرے دل کو مضبوط کریں۔

یہ اعتراض ظاہر کرتا ہے کہ یہ مستشرقین صحابہ کرامؓ کی بیسیوں شہادتوں کو ایک پرِکاہ کے برابر بھی وقعت نہیں دیتے اور اپنے قیاس کو محض قیاس کو زیادہ وزنی سمجھتے ہیں حضورؐ کی زوجۂ محترمہؓ گواہی دیتی ہیں کہ وحی آنے کے وقت سردی میں بھی پسینہ آ جاتا تھا۔ ایک صحابیؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار حضورؐ کی ران مبارک میری ران پر تھی کہ وحی آ گئی اور مجھے اپنی ران پر اتنا بوجھ محسوس ہوا کہ میں سمجھا اب میری ہڈی اب بھی ٹوٹی۔ کیا یہ سب باتیں [illegible]

تھیں۔ جو باتیں قرآن کریم میں پیش از وقوع بتا دی گئی تھیں ان کے متعلق حسب ضرورت ہونا کیسے کہا جائے۔ جیسے اہل روم کا اہل ایران پر غلبہ اور پھر مسلمانوں کا غلبہ۔ نہر پانامہ اور سویز۔ ریل، ہوائی جہاز، دخانی جہاز، مختلف جنگوں میں مسلمانوں کی فتوحات کی پیشگوئیاں اور اسی طرح بیسیوں دوسری پیشگوئیاں۔ پھر بعض اجازتیں آنحضرت ؐ کو از روئے قرآن دی گئیں جن سے حضور نے فائدہ ہی نہیں اٹھایا۔ جیسے پہلی ازواج کے ہوتے دوسری شادیوں کی اجازت (تحریم ۴ تا ۵) اگر ایسی کوئی آیت حسب ضرورت بنائی گئی تھی تو پھر اس پر عمل کیوں نہ کیا۔ صحیح بات یہ ہے کہ قرآن کریم اسی طرح نازل ہونا چاہیئے تھا جس طرح ہوا ہے۔ اس میں کئی حکمتیں ہمیں نظر آتی ہیں:—

اوّل: پیش آمدہ واقعات و حالات کے متعلق تازہ بتازہ وحی پاکر حضور اکرم ؐ اور صحابہ کرام رضؓ کا ایمان بڑھتا تھا۔

دوم: لوگ آسانی سے حفظ کر سکتے تھے۔

سوم: شریعت پر عمل کرانا اور اسے قلوب میں درجہ بدرجہ راسخ کرنا اسی طریق پر بہتر طور پر ہو سکتا تھا۔

چہارم: موجودہ ترتیب جو کہ بڑی گہری حکمت پر مبنی ہے اگر شروع میں ہی ایک کتابی صورت میں ملتی تو لوگوں کی سمجھ میں ہی نہ آسکتی تھی۔ کیونکہ حسب حالات شروع شروع میں عقائد کے بارے میں تعلیم ضروری تھی جو ابتدا میں نازل ہونے والی سورتوں میں پائی جاتی ہے۔ نیز صبر کی تلقین کی ضرورت تھی۔ پھر آہستہ آہستہ اوامر و نواہی پر مبنی تفصیلی تعلیم کا نزول قلوب کے تیار ہونے پر ہی مناسب تھا جو بعد میں نازل ہونے والی سورتوں میں ہے۔ اسی ترتیب یعنی مدنی زندگی میں جہاد کی تعلیم کی ضرورت بھی ہو گئی تھی لیکن اب جبکہ قرآن کریم ایک مکمل میں دنیا کے سامنے پیش کیا جاتا تو ابتداء میں اخلاقی تعلیم چاہیئے پھر معاشرتی، اقتصادی اور روحانی تعلیم تاکہ درجہ بدرجہ حیوان سے انسان۔ انسان سے با اخلاق انسان اور با اخلاق انسان سے با خدا انسان بنانے کا عمل جاری و ساری ہو سکے۔ عقائد تو نزول قرآن کے مکمل ہونے کے بعد صحابہ رضؓ کی جماعت کے ذریعہ معلوم و مشہور ہو چکے تھے۔

دوسرا اعتراض

۱۵۔ دوسرا اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ محمد ؐ کو جس قدر کام ہوتے تھے اور جس طرح وہ لڑائیوں میں گھرے رہتے تھے ایسی حالت میں قرآن صحیح طور پر انہیں کہاں یاد رہ سکتا تھا۔ یہ عجیب اعتراض ہے جو قرآن دن رات نمازوں میں پڑھا جاتا تھا۔ ویسے ہر وقت تلاوت کیا جاتا تھا۔ سینکڑوں لوگوں نے حفظ کیا ہوا تھا اور اسی وقت لکھ لیا جاتا تھا۔ اس کے یاد رکھنے میں کون سی دشواری ہو سکتی تھی؟ آج بھی دنیا میں لاکھوں حفاظ ہیں جو گیارہ بارہ سال کی عمروں میں قرآن کریم حفظ کر چکے ہوتے ہیں۔ تو کیا صرف وہی شخص یاد نہ رکھ سکتا تھا کہ جس پر یہ اترا تھا؟

تیسرا اعتراض

۱۶۔ تیسرا اعتراض اس بارے میں یہ کیا گیا ہے جو کہ مارگولیتھ نے کیا ہے کہ عربوں کا حافظہ اتنا قوی نہ تھا کیونکہ مختلف شعراء کا کلام یاد کرنے میں اختلاف کر جاتے تھے۔ سو عرض ہے کہ یہی

تو ایک صفت تھی جس پر عربوں کو ناز تھا۔ شعراء کا کلام یاد کرنا اور بات ہے اور خدا تعالیٰ کے کلام کو احتیاط کے ساتھ یاد کرنا اور۔ شروع میں بیان کردہ حضرت عمرؓ اور ہشامؓ کا واقعہ اس بات کے ثبوت میں کافی ہے۔ عربوں کے حافظے کا تو یہ عالم تھا کہ جسے کم از کم ایک لاکھ شعر یاد نہ ہوتا تھا اس کا کوئی مقام شعر و ادب میں تسلیم ہی نہ کیا جاتا تھا۔

چوتھا اعتراض

۱۷۔ چوتھا اعتراض یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے زمانے میں پورا قرآن کریم نہ لکھا گیا تھا۔ اس کے بارے میں اوپر کی پیش کردہ حضرت ابن عباسؓ کی روایات کافی ہیں کہ ہر ہر لفظ لکھ لیا جاتا تھا اور حفظ کر لیا جاتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت عمرؓ نے جو مشورہ حضرت ابوبکرؓ کو دیا تھا۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

"اِنِّیْ اَرٰی اَنْ تَاْمُرَ بِجَمْعِ الْقُرْاٰنِ"۔

میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ جمع القرآن کا حکم دیں۔ (بخاری۔ فضائل القرآن)

کتابت نہیں۔ جمع۔ پھر خود قرآن کریم میں قریب قریب چودہ مقامات پر قرآن مجید کے لئے "کتاب" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ پس یہ بات غلط ہے کہ قرآن بعد میں لکھا گیا۔ بخاری کی ایک حدیث جو عبدالعزیز بن رفیع نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ ظاہر کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا ہوا قرآن دو دفتیوں (بین الدفتین) کے درمیان چھوڑا تھا (اور یہ جلد حضرت حفصہؓ کے پاس تھی)

پانچواں اعتراض

۱۸۔ پانچواں اعتراض یہ ہے کہ چونکہ محمد صلعم امی تھے اس لئے کاتبین جو جی چاہتا لکھ دیتے ہوں گے۔ (یہ اعتراض ریورنڈ ہارن نے کیا ہے) لہٰذا ثابت ہوا کہ قرآن محفوظ نہیں ہے۔ سبحان اللہ کیا منطق ہے! ظن اور محض ظن پر انحصار کرکے اتنی بڑی بات بنا دینا اور اتنا بڑا نتیجہ نکال لینا اہل مغرب ہی کا کمال ہے۔ جبکہ یہ بات واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے الفاظ ذہن نشین ہو جاتے تھے۔ اور وہ دوسروں کو بھی ذہن نشین کروا دیتے تھے پھر یہاں کاتبوں کی مرضی کیا رہی؟ اور جو کاتب ایسا کرتا وہ مومن کہاں رہ سکتا تھا۔ کیا کسی وقت بھانڈا نہ پھوٹتا۔ کوئی ایک روایت بھی تو ایسی نہیں ملتی جس میں کسی کاتب نے یہ کہا ہو کہ اس نے وحی کے کوئی الفاظ اپنی طرف سے لکھ دیئے تھے حالانکہ ایک کاتب مرتد بھی ہو چکا تھا۔

چھٹا اعتراض

۱۹۔ چھٹا اعتراض بیل نے یہ بھی کیا ہے کہ قرآن کی مختلف آیات کاغذ کے دونوں طرف لکھی ہوتی تھیں اس لئے جمع کرتے وقت گڈمڈ ہو گئی ہوں گی۔ اس کا جواب بھی یہی ہے کہ محض کتابت پر تکیہ نہ تھا اور پھر قرآن ہمارے سامنے ہے اس میں آیات کی ترتیب بلحاظ نفسِ مضمون کے لحاظ سے ایسی اعلیٰ درجہ کی ملتی ہے کہ اس سے بہتر ہو ہی نہ سکتی تھی۔ اصل میں بات یہ ہے کہ ان معترضین کو قرآن کریم کو غیر محفوظ ثابت کرنے کے لئے کوئی ٹھوس بات تو ملی نہیں۔ اس لئے ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ کھوکھلی دلیلیں جوڑ رہے ہیں اور چھوٹی چھوٹی چٹکیاں لے رہے ہیں۔

جمع القرآن کی ضرورت کیوں پیش آئی اور یہ کام کیسے سرانجام دیا گیا؟

۲۰- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جنگ یمامہ میں کوئی پانسو کے قریب حفاظ شہید ہو گئے تو حضرت ابوبکرؓ کو حضرت عمرؓ نے قرآن کریم کے یکجا کرنے کا مشورہ دیا کہ

"إِنِّي أَرَى أَنْ تَأْمُرَ بِجَمْعِ الْقُرْآنِ"

اس پر انھوں نے زید کو حکم دیا۔ "فَاجْمَعْهُ" یعنی اسے جمع کرو (لکھو یعنی لکھوایا) چنانچہ حضرت زیدؓ بن ثابت اور حضرت عمرؓ کو مسجد کے دروازے پر بٹھا دیا گیا اور حکم دیا گیا کہ کوئی تحریر ان کے پاس ایسی نہ لائی جائے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لکھائی ہوئی نہ ہو اور جس کے ساتھ دو گواہ نہ ہوں جو یہ کہیں کہ ہمارے سامنے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ لکھوائی تھی۔ ان احتیاطی تدابیر کے ساتھ یہ کام ہوتا رہا اور پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

(ابو داؤد عن عروہ ابن زبیر)

اعتراض ۲۱- Schwally نے لکھا ہے کہ صرف دو حفاظ قتل ہوئے تھے۔ جنگ یمامہ ایک مشہور واقعہ ہے جو تاریخ میں تفصیل کے ساتھ محفوظ ہے معلوم نہیں شوالی نے صرف دو حفاظ کا شہید ہونا کہاں سے لیا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اسے ایک اور واقعہ کے ساتھ خلط ملط کر دیا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ہی پیش آیا تھا۔ وہ یہ تھا کہ عامر قبیلہ نے ابو براء کو آنحضرتؐ کے پاس بھیجا کہ ہمیں تعلیم و تبلیغ کے لئے معلم درکار ہیں ہمارا قبیلہ مسلمان ہونا چاہتا ہے۔ اس پر حضورؐ نے ستر حفاظ کو اس کے ہمراہ بھیج دیا۔ مگر ان شقی لوگوں نے دھوکہ کیا اور ان کو شہید کر دیا۔ صرف دو حفاظ زندہ بچے۔ ان میں ایک کا نام عمرو بن امیہ تھا۔ تو غالباً دو زندہ بچنے والوں سے شوالی نے صرف دو مارے گئے لیا اور عامری قبیلہ کے واقعہ کو جنگ یمامہ کی جگہ سمجھ لیا۔

واللہ اعلم!

قراءتوں کو ہم آہنگ کرنا

۲۲- حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ کی خلافت کے وقت میں مختلف قراءتوں اور اعراب کے فرق کو دور کر کے ہم معیار بنا دیا گیا اور انہیں قریش کے لہجے کے مطابق کر دیا گیا۔ اس بارے میں بخاری کی حدیث مذکور ہے۔ بخوف طوالت عربی متن کا صرف ترجمہ درج کرتا ہوں:-

"حذیفہ بن یمان حضرت عثمانؓ کے پاس
آئے اور وہ آرمینیہ اور آذربائیجان کی
فتح میں عراق والوں کے ساتھ ہو کر اہل
شام سے لڑ رہے تھے۔ انھوں نے کہا اے
امیر المومنین! قبل اس کے کہ قرآن میں
اختلاف ہو اس امت کی خبر لو۔ کیونکہ
وہ ان لوگوں کی قراءت قرآن کے اختلاف
کی وجہ سے بہت رنجیدہ ہوئے تھے حضرت
عثمانؓ نے حفصہؓ کے پاس آدمی بھیجا کہ
صحیفے ہمارے پاس بھیج دو ہم نقل کر کے
واپس کر دیں گے۔ حفصہؓ نے عثمانؓ کے

پاس وہ صحیفے بھیج دیئے۔ عثمانؓ نے زید
بن ثابت و عبداللہ بن الزبیر و سعید بن
العاص و عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام
کو حکم دیا۔ سو ان لوگوں نے ان کو مصحفوں
میں نقل کیا اور عثمانؓ نے تین قریشی گروہوں
سے کہا کہ جب تم لوگ زید بن ثابت سے
قرآن کی کسی چیز میں اختلاف کرو (اور
ایک حدیث میں ہے کہ قرآن کی کسی عربیت
کے متعلق اختلاف کرو) تو اس کو قریش کی
زبان میں لکھو کیونکہ قرآن انہی کی زبان میں
اترا ہے۔ پس ان لوگوں نے ایسا ہی کیا
یہاں تک کہ جب صحیفوں کو مصحفوں میں
نقل کر لیا تو عثمانؓ نے صحیفے حفصہؓ کے
پاس واپس بھیج دیئے اور جو قرآن کے
نسخے نقل ہوئے ان کو ملک کے ہر ایک
حصے میں بھیج دیا اور حکم دیا کہ اس کے سوا
جو کچھ کہ کسی صحیفہ یا مصحف میں ہو۔
سب جلا دیا جائے ...."

(رواہ بخاری۔ بحوالہ خطبات احمدیہ سر سید احمد خان)

قراءت کے جن اختلافات کو رفع کیا گیا تھا وہ متن کے اختلافات ہرگز نہیں تھے بلکہ مختلف قبائل کے مختلف لہجوں کی وجہ سے قرآنی الفاظ جس طرح ان کی زبانوں پر چڑھے ہوئے تھے ان کو مٹا کر حفاظتی تدبیر کے طور پر قریشی لہجہ کے مطابق ایک معیاری قراءت بنا دی گئی تھی تاکہ آئندہ زمانے میں ایک ہی طرز کا قرآن کریم رائج ہو۔ مندرجہ بالا روایت سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن کریم چونکہ قریشی لہجے پر نازل ہوا تھا اس لئے اسی کے مطابق اسے بنا دیا گیا۔ بات صرف اتنی تھی۔ لہجوں کی مثال ہمارے ہاں زبان میں یوں دی جا سکتی ہے جیسے لاہور کے لوگ لفظ "پکوڑے" پے پر زبر کے ساتھ بولتے ہیں مگر سرگودھا اور جھنگ کے لوگ پے کو زیر دے کر "پکوڑے" کہتے ہیں اسی طرح جالندھر کے لوگ زمین کو "بھنجے" کہیں گے مگر لوکھوٹاری باشندے "بھنء" کہیں گے۔ وسطی پنجاب کے لوگ گھونٹے کو "کھونا" کہتے ہیں مگر بھیرہ خوشاب میں "کھنیاں" کہتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ مستشرقین نے اس اتنی سی بات کا بتنگڑ بنا دیا۔ نمونے کے لئے دو تین اعتراضات پیش کئے جاتے ہیں:۔

پہلا اعتراض — ۴۳۔ سر ولیم میور لکھتا ہے کہ:۔

"اصلی جلد جو پہلی دفعہ مرتب ہوئی
حفصہؓ کے گھر میں دستیاب ہوئی اور
ایک پُر غور نظر ثانی عمل میں آئی ......"

اس "پُر غور نظر ثانی" والے لفظ نے شک و شبہ کا سا شبہ ڈال دیا ہے حالانکہ روایت وہی ہے جیسے پاک مستشرق نے ایک لفظ کے پُر فن استعمال سے کچھ کا کچھ بنا دیا۔ سوائے اس ایک لفظ کے اس اعتراض میں کوئی ٹھوس بات نہیں جس کا جواب دیا جائے۔

دوسرا اعتراض — ۴۴۔ مسز ڈاکٹر منگانا ایک عورت تھی اس نے ایک کتاب شائع کی "Leaves from three different Qurans" یعنی "تین مختلف قرآنوں کے صفحات"

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ "فضائل القرآن" میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے یہ کتاب دیکھی۔ تین اختلافات کچھ اس طرح کے تھے کہ کہیں لفظ "قُوْلُوا" کے آگے خالی الف تھا کہیں نہیں تھا اور کہیں "هُمُ السُّفَهَاءُ" کو "همسفها" لکھا تھا وغیرہ وغیرہ۔ اس سے اس کتاب کی حیثیت ظاہر ہو جاتی ہے۔

تیسرا اعتراض

۲۵۔ ایک اور مستشرق Arther Jaffery نے ایک کتاب لکھی ہے Material for the History of the text of the Quran۔ اس میں اس نے امام ابن ابی داؤد کی ایک تصنیف "المصاحف" کی بنا پر مختلف ملکوں اور مختلف صحابہؓ کے صحائف کے فرق دکھلائے ہیں یہ فرق بھی کچھ ایسے ہیں:-

(i) **مصحف عثمانی**

صراط الذین انعمت علیھم

مصحف فاروقی

صراط من انعمت علیھم

صاف ظاہر ہے کہ "الذین" اور "من" ہم معنے اور ملتے جلتے الفاظ ہیں جو کہ محض کاتب کی قلم کا کرشمہ معلوم ہوتا ہے

(ii) **مصحف مدینہ**

وَ اَوصیٰ بھا

مصحف کوفہ و بصرہ

ووصّٰی بھا

(iii) **مصحف عثمانی**

سلٰم علیٰ اِلْ یاسین

مصحف عبداللہ بن مسعود

سلام علی ادراسین

(بحوالہ مقام حدیث جلد دوم۔ پرویز)

حضرات! فیصلہ آپ پر چھوڑا جاتا ہے۔ انصاف کیجئے کہ یہ اختلافات کس حیثیت کے ہیں؟ اور کیا ان پر قرآن کے غیر محفوظ ہونے کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے؟

راقم الحروف جب برکلی کیمپ میں جنگی قیدی تھا تو وہاں بہت سے قرآن مجید لوگوں نے بازار سے منگائے۔ یقین جانئے ہر ایک نسخہ میں بیسیوں نہیں سینکڑوں ایسی ایسی کتابت کی غلطیاں پائی گئیں۔ صحابہؓ کرام تو قراءت اور اعراب میں اتنی سختی کرتے تھے کہ ایک بار عبدالرحمن السلمی حضرات حسنؓ اور حسینؓ کو قرآن مجید پڑھا رہے تھے تو حضرت علیؓ ادھر سے گزرے آپ نے خاص طور پر ہدایت دی کہ:-

اَقْرِءْ هُمَا خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ
بفتح التاءؔ واللّٰہ الموفّق"

(روایت ابن الانباری کتاب المصاحف)

کسے پتہ تھا کہ آئندہ زمانے میں خاتم کی یہ زبر قرآن کریم کی معنوی تحریف کو رد کرنے میں مدد دینے والی تھی۔

(باقی آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں!)

○

دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور ذکر فرمائیں! (مینیجر)

موسم گرما کا نیا سٹاک

لون پرنٹ، وائل پرنٹ، لون سادہ و رنگ دار، وائل پلین و رنگدار، لٹھا، پاپلین، مسلین شادی بیاہ کے لئے زری کی کشمیری شالیں وغیرہ لون کے کامدار کرتے۔ وائل کے کامدار کرتے۔ زنانہ و مردانہ۔ شلواریں کامدار و پرنٹ۔ قمیضیں ریڈی میڈ

الفردوس کلاتھ مرچنٹ
۸۵۔ انارکلی۔ لاہور

آپ کی اپنی
احمدیہ ٹریول ایجنسی

امریکہ، کینیڈا، مغربی جرمنی، استنبول، یونان، مڈل ایسٹ کے لئے ہوائی اور بحری سفر کی ریٹائی ٹکٹوں کی بکنگ کے لئے آج ہی رجوع فرمائیں!

انڈس ٹریول سروس
ٹرانسپورٹ ہاؤس بالمقابل فلیٹی ہوٹل۔ لاہور

فون ۲۸۴۴
مطب

اپنی جملہ طبّی ضروریات اور طبّی مشورہ کے لئے ہمارے شفاخانہ اور مطب کی طرف رجوع کریں۔ اوقات صبح ۸ بجے سے ایک بجے تک شام ۴ بجے سے ۸ بجے تک ہیں۔ احباب مفصّل حالاتِ بیماری لکھ کر مشورہ حاصل کر سکتے ہیں:

حکیم عبدالحمید
ابنِ حکیم نظام جان۔ چوک گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

ادارت عبدالقادر حسن ○ عبدالکریم عابد

افریشیا

لندن

[illegible]

[illegible]

[illegible]

MAY, 1976 Regd. No. L 5708

آپ

اپنی ضروریات کے لئے

میسرز بشـــیر اینـڈ کمپنی

کی خدمات حاصل کریں

——► ایکسپورٹرز اینڈ امپورٹرز ◄——

گورنمنٹ کے منظور شدہ ٹھیکیدار برائے ملٹری ، ریلوے ، ٹیلیگراف اور ٹیلیفون ، واپڈا اور دوسرے

تیار کنندگان ہارڈویر - تعمیری میٹیریل - ہر قسم کا جوڑ والا اور بغیر جوڑ کا پائپ - ٹیوب - کھمبے - کاسٹ آئرن - اس سے متعلقہ ہر قسم کا سامان....

سٹاکسٹ اینڈ سپلائرز آئرن اینڈ اسٹیل - جی ، آئی شیٹ - پلیٹ (چادر) - کنڈے والی تار - ہر قسم کا میٹل - زنک - لیڈ - ٹین - تانبہ اوورپلینگ کا ہر قسم کا سامان...

ہیڈ آفس :

حمید منزل نمبر۸۹ انارکلی لاہور (فون ۵۲۷۸۳)

برانچیں :

لوہا مارکیٹ ، لاہور

77, KMC گارڈن مارکیٹ ، لارنس روڈ ، کراچی

(فون ۷۸۵۶۴)

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا ۔